نحو القلوب
کا پہلا سلیس اردو ترجمہ
نحوی قواعد
اور
قلبی احوال
امام الصوفیہ زین الاسلام صاحب الرسالۃ القشیریۃ
امام ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن قشیری
علیہ الرحمہ (۳۷۶-۴۶۵ھ)
مترجم
محمد عبد اللہ قادری مصباحی
اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن
حیدرآباد، دکن

جلیل القدر متکلم، صاحب رسالہ قشیریہ- امام ابوالقاسم قشیری

کی ایک نایاب کتاب

نحو القلوب

کا پہلا سلیس اردو ترجمہ

نحوی قواعد اور قلبی احوال

مصنف:

إمام الصوفية، صاحب الرسالة القشيرية، زين الإسلام

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری نیشاپوری

علیہ الرحمۃ (376-465ھ)

مترجم:

محمد عبداللہ قادری مصباحی

ناشر

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن

حیدرآباد، دکن

E

بفیض روحانی شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین
حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

سلسلۂ کتاب بزبان اردو: 145 ✿ سلسلۂ اشاعت بزبان اردو: 74

✿......نام کتاب : نحو القلوب
✿......اردو نام : نحوی قواعد اور قلبی احوال
✿......مصنف : امام ابوالقاسم عبدالکریم قشیری (376-465ھ)
✿......ترجمہ و تحقیق : مولانا محمد عبداللہ قادری مصباحی
✿......تحریک واہتمام : بشارت علی قادری اشرفی، جدہ-حجاز مقدس-
✿......تقریظ جلیل : حضرت علامہ مولانا مفتی محمود علی مشاہدی مصباحی
✿......کمپوزنگ : مولانا عبدالقدوس قادری مصباحی
✿......پروف ریڈنگ : حضرت علامہ محمود علی مشاہدی مصباحی (استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)
✿......اشاعت اول : 1441ھ/2020ء (عرس حافظ ملت علامہ عبدالعزیز اشرفی مبارکپوری)
✿......ناشر : اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن-
✿......صفحات : 64
✿......ہدیہ :

✿ ملنے کے پتے ✿

☆......مترجم کتاب-مولانا عبداللہ مصباحی-09305053313
☆......نئی پبلی کیشنز، دریا گنج، دہلی- 09867934085
☆......اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد- 09502314649
☆......مکتبہ انوار مصطفیٰ، مغل پورہ، حیدرآباد- 09966352740
☆......مکتبہ نور الاسلام، شاہ علی بنڈہ، حیدرآباد- 09966387400
☆......مکتبہ شیخ الاسلام، احمد آباد، گجرات- 09624221212
☆......عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، حیدرآباد- 09440068759
☆......مکتبہ سہروردیہ، گنی، اننت پور، آندھرا پردیش- 07013242112

فہرست مضامین

✿

✿✿✿

انتساب

امام اعظم

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی

غوث اعظم

سید محی الدین عبد القادر جیلانی

ہم شبیہ غوث اعظم

سید علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی

مجدد اعظم

امام احمد رضا خان قادری بریلوی

محدث اعظم

سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی

سرکار کلاں

سید مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی

شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین

حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے۔ بعد حمد خدائے تعالیٰ، بے شمار درود وسلام صاحب لولاک، رسول پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، ان کے اہل بیت پر اوران کے محبوب اصحاب وائمہ شریعت وطریقت پر۔

"نحوی قواعد اور قلبی احوال" امام ابو القاسم عبد الکریم قشیری (376-465) کی کتاب "نحو القلوب" کا پہلا اردو ترجمہ ہے۔ آپ نے بڑے ہی دل کش اور علمی انداز میں یہ کتاب عربی زبان میں مرتب کی ہے۔ موجودہ دور میں اس کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگاتے ہوئے میں نے چاہا کہ یہ کتاب برصغیر کے اردو خواں اہل ذوق کی خدمت میں پیش کی جائے۔ میری اس خواہش اور اہم علمی و دینی ضرورت کے پیش نظر مولانا عبداللہ مصباحی نے اس کتاب کا اردو زبان میں انتہائی شستہ، سلیس اور رواں ترجمہ کیا ہے۔

میں ممنون ہوں حضرت علامہ مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی مد ظلہ العالی (استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور) کا جنھوں نے کتاب پر ایک گراں قدر تقریظ رقم فرما کر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

الحمد للہ! اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن نے اپنے مختصر علمی وتحریکی کارگزاری میں اپنے اشاعتی منصوبوں کے تحت 150 سے زائد علمی، تحقیقی اور تاریخی عنوانات پر کتب ورسائل تیار کر چکی ہے، جس میں مختلف اہم عربی کتب ورسائل کا پہلی بار اردو ترجمہ کرانا بھی شامل ہے۔ "نحوی قواعد اور قلبی احوال" فاؤنڈیشن کی 74/ویں اشاعتی پیش کش ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اس خدمت قلیلہ کو قبول فرمائے، ہر کام کو پائے تکمیل تک پہنچائے، ناشرین واراکین "اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن" کو مزید دینی وعلمی خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور احباب اہل سنت کے لیے اس کتاب کو نفع وفیض بخش بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

فقیر غوثِ جیلاں وسمناں

محمد بشارت علی صدیقی اشرفی

جدہ شریف، حجاز مقدس

❁❁❁

تقریظ جلیل

حَامِداً وَمُصَلِّیاً وَمُسَلِّماً

عزیزی القدر مولانا عبداللہ مصباحی [درجۂ فضیلت، ۲۰۲۰ء-۲۰۱۹ء، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور] ایک ہونہار اور باصلاحیت طالب علم اور عمدہ اخلاق و کردار کے حامل ہیں۔ انھوں نے حافظ ملت شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کی قائم کردہ بافیض درس گاہ ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کے اکابر اساتذۂ کرام کے زیر سایہ، اپنا ظاہری علمی سفر مکمل کیا ہے ۔ یکم جمادی الآخرہ ۱۴۴۱ھ/ مطابق ۲۷ رجنوری ۲۰۲۰ء، بروز دوشنبہ اِن شاء اللہ تعالیٰ انھیں فضیلت کے زریں تاج سے سرفراز کیا جائے گا۔

مسرت وشادمانی کے اس حسین موقع سے، جامعہ اشرفیہ کے طلبہ کی قدیم روایت کے پیش نظر، انھوں نے استاذ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- [متوفی: ۴۶۵ھ] کی مشہور و معروف تالیف ''نحو القلوب'' کا با محاورہ اور سلیس اردو ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ نگاری کا کام بذات خود انتہائی مشکل ہے اور کسی علمی اور فنی کتاب کا ترجمہ کرنا اور بھی دشوار ہے، لیکن اگر عزم مصمم اور کچھ کر گزرنے کا جذبۂ صادق ہو تو اللہ تعالیٰ مشکلات کو آسان فرما دیتا ہے، اور کامیابیاں قدم چومتی ہیں۔

مؤلفِ کتاب امام قشیری -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کا شمار اپنے دور کے ممتاز علما اور صوفیا میں تھا۔ مختلف علوم وفنون، خصوصیت کے ساتھ فقہ وکلام، تفسیر و تصوف اور نحو میں آپ کی تصنیفات و تالیفات آپ کے کمال اور مہارت پر دال ہیں۔

زیر نظر رسالہ علمِ نحو کی وضاحت اور تفہیم پر مشتمل ہے، لیکن اسلوب خالص تصوفانہ ہے، جس میں خوب صورت پیرایہ میں نحوی قواعد کا باطنی اعمال واحوال پر انطباق کیا گیا ہے۔ ریا، خود بینی اور تکبر وغرور وغیرہ ممنوعات اور توکل واخلاص، صبر ورضا اور توبہ وغیرہ مامورات کو جس اچھوتے انداز سے بیان کیا گیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ قربِ الٰہی کے مدارج اور مقامات، سالک اور طالبِ ہدایت کے عادات واطوار اور احوال ومراتب کا بیان بھی خوش اسلوبی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر دوسرے علما کی بھی کتابیں ہیں، لیکن میری معلومات کے مطابق، امام قشیری -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کا زیر نظر رسالہ سب سے منفرد اور اہم ہے۔

مولانا عبد اللہ مصباحی کی یہ پہلی کاوش ہے، اور میں نے بھی بعجلت تمام ترجمہ دیکھا ہے؛ اس لیے ممکن ہے کہ زبان وبیان میں کچھ خامیاں ہوں، لیکن ابھی یہ ان کا ابتدائی مرحلہ ہے، اگر یوں ہی محنت اور شوق کے ساتھ کام کرتے رہیں گے تو نکھار آ جائے گا اور زبان وبیان پر عبور حاصل ہو جائے گا۔

میں اللہ -عزوجل- کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے، دارین کی سعادتیں عطا کرے، علم کے مطابق عمل کی توفیق دے اور مزید مقبول دینی خدمات کا موقع عنایت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الأمین الکریم ﷺ

محمود علی مشاہدی، مصباحی

استاذ: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

۱۲ر جمادی الاولیٰ، ۱۴۴۱ھ

۹ر جنوری، ۲۰۲۰ء

مقدّمہ

حامداً و مصلّیاً ومسلّماً

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

باغِ فردوس الجامعۃ الاشرفیۃ کے تقدس مآب علم پرور ماحول میں اپنی تعلیمی زندگی کے شب و روز گزارنے والے طلبہ جب فارغ ہوتے ہیں، تو اپنی دستار بندی کی خوشیاں انتہائی باوقار، خوب صورت اور خالص علمی انداز سے مناتے ہیں۔ اس جشنِ بہاراں کے حسین موقع پر درجنوں طلبہ، متعدد اہم اور نادر موضوعات پر تصنیفی، تالیفی اور تحقیقی کام انجام دیتے ہیں، جسے کتابی شکل دے کر اپنے احباب کی خدمت میں بہ طور دعوت نامہ پیش کرتے ہیں۔ یہ کام مادرِ علمی کی عظیم تاریخی روایات کا ایک شان دار باب ہے، جس کی نظیر اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔

اس بار تعلیمی سال کے آغاز ہی سے اس روایتی قافلے میں شامل ہونے کی تمنا اپنے شباب پر تھی، مگر اس راہ میں تعلیمی مصروفیات کے علاوہ اور بھی کئی مجبوریاں آڑے آرہی تھیں۔ سب سے اہم چیز یہ کہ اس کام کے لیے غیر معمولی یک سوئی اور ہمت چاہیے تھی۔ پھر کسی اچھے موضوع کا انتخاب، جو عوام وخواص دونوں کے لیے یکساں مفید ہو، اور نگرانی کے لیے ایک قابل اور تجربہ کار رہ نما کی ضرورت، جو اس دشت کی سیاحی کر چکا ہو۔ اس کے بعد طباعت کا مشکل مرحلہ بھی عبور کرنا تھا۔ اسی وجہ سے یہ کام دن بہ دن ٹلتا رہا۔

دیکھتے ہی دیکھتے تقریبا دو ماہ گزر گئے اور اس بات کا یقین ہو چلا کہ اب یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا، مگر قسمت نے یاوری کی اور عید الاضحیٰ کی تعطیل کے بعد استاذ محترم حضرت علامہ مولانا مفتی فاروق خاں صاحب قبلہ مہائمی مصباحی سے اس بابت گفتگو ہوئی۔ وقت کی قلت کا خیال کرتے ہوئے آپ نے کسی عربی کتاب کو اردو زبان میں منتقل کرنے کا حکم دیا اور نہ صرف حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ کتاب کے انتخاب سے لے کر، اس کی طباعت تک کے تمام مسائل کا حل بھی پیش کر دیا۔ اس بندہ نوازی پر میں حضرت کا بے حد مشکور وممنون ہوں۔

کچھ کتاب کے بارے میں:

دو تین دن کے بعد مجھے حضرت کی طرف سے ''نحو القلوب'' نامی کتاب موصول ہوئی، جس کے مصنف کا نام- استاذ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ کتاب اور مصنف کتاب کا نام پڑھ کر کچھ حیرانی سی ہوئی؛ کیوں کہ عام طور سے امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کو ہمارے یہاں ایک عظیم صوفی بزرگ اور تصوف کی مشہور زمانہ کتاب ''رسالۂ قشیریہ'' کے مصنف کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ اسی لیے ایک نحوی کے طور پر آپ کا تعارف اور ''قلب'' کی طرف ''نحو'' کی نسبت، دونوں باتیں کم از کم میرے لیے تو ضرور تعجب خیز تھیں۔ حقیقت حال سے واقف ہونے کے لیے میں نے کتاب کی ورق گردانی شروع کر دی اور جوں جوں آگے بڑھتا گیا، حیرت، مسرت کے سانچے میں ڈھلتی چلی گئی۔ مطالعہ کا حاصل یہ نکلا کہ یہ کتاب ''تصوف'' کے مسائل اور ''نحو'' کے قواعد واحکام کا ایک دل کش، خوش نما اور نے رنگ مجموعہ ہے، جس میں مصنف نے پہلے نحوی قواعد کو ذکر کیا ہے اور پھر ان ہی کے زیر سایہ قلبی احوال کو اس خوش اسلوبی اور فنی مہارت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ کتاب ''تصوف'' اور ''نحو'' کا مجمع البحرین معلوم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جا بہ جا آیات کریمہ، احادیثِ مبارکہ، اقوالِ ائمہ، آثارِ مشائخ اور اشعارِ عرب سے مصنف کا طرزِ استدلال بھی دیدنی ہے۔ اہل ذوق کے لیے چند نمونے حاضر خدمت ہیں:

ا]- کتاب کی چودھویں فصل میں، نحوی قواعد کی رو سے فعل کو ''لازم'' و ''متعدی'' میں تقسیم کرنے کے بعد حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اسی طرح بندوں کے افعال کی بھی دو قسمیں ہیں، ''لازم'' اور ''متعدی''۔
''لازم'' وہ فعل ہے، جس کی برکتیں کرنے والے تک محدود ہوں۔ اور ''متعدی'' وہ فعل ہے، جس کی خیرات (کرنے والے کے ساتھ) دوسروں کو بھی حاصل ہو۔''

۲]۔علمائے نحو کے مطابق کوئی بھی جملہ ''جزا'' کا حق دار اسی وقت ہوگا، جب اس کی ''شرط'' مکمل ہوگی۔

اس قاعدے کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

''اسی طرح شریعت نے بھی اپنے فضل و احسان کو، آپ (بندوں) کے ساتھ مشروط کر رکھا ہے۔ اگر آپ اس کی شرط پوری کرتے ہیں تو جزا کے مستحق ٹھہریں گے۔''

۳]۔علم نحو میں ''بدل'' کی چار قسمیں ہیں:

بدل الکُل، بدل البعض، بدل الاشتمال اور بدل الغلط۔

ان میں سے ''بدل الکُل'' کے تحت بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''بدل الکُل کا مطلب ہے: ''کُل سے کُل کا بدل''۔ یہ ان حضرات کا بدل ہے جو اللہ کی معرفت رکھتے ہیں۔ انھوں نے (اللہ کے لیے) سب کچھ چھوڑ دیا تو بدلے میں اللہ نے انھیں سب کچھ دے دیا۔

''وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ''

(القیامۃ:۲۲-۲۳)

ترجمہ:

''کچھ منہ اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے۔''

شعر:

قلوب العارفین لھا عیون ۞ تری مالا یراہ الناظرونا

و اجنحۃ تطیر بغیر ریش ۞ الی ملکوت رب العالمینا

''عارفین کے دل میں ایسی آنکھیں ہیں، جو دوسروں کی نگاہ سے اوجھل چیزوں کو بھی دیکھ لیتی ہیں، اور ایسے بازو ہیں جو پروں کے بغیر ہی پروردگار عالم کی ملکوتی سلطنت کا سفر کر لیتے ہیں۔''

میری کاوش:

استاذ گرامی کے حکم کو حرزِ جاں بناتے ہوئے میں نے اس کتاب کا ترجمہ کرنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اپنی بساط بھر واضح، عام فہم، سادہ اور سلیس زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی۔ آیات پر اعراب کا التزام کرتے ہوئے، ان کا ترجمہ کنز الایمان سے کیا گیا ہے۔ احادیث کی تخریج کے ساتھ ساتھ، اہل ذوق کی تفریح کے لیے اشعار کو عربی عبارت کے ساتھ بھی نقل کیا گیا ہے اور تصوف کی چند اصطلاحوں کو واضح کرنے کے لیے حواشی کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ مگر پوری کوشش کے باوجود خطا کا امکان باقی ہے، اس لیے اہل علم سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ مطالعہ کے دوران اگر کوئی خامی نظر آئے تو برائے کرم ضرور مطلع فرمائیں۔

ھدیۂ تشکر:

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے ان محسنین کی بارگاہ میں خراج عقیدت نہ پیش کروں جنھوں نے اس کتاب کی اہمیت و افادیت کو دوچند کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ خصوصیت کے ساتھ:

استاذ گرامی وقار حضرت علامہ مولانا نفیس احمد صاحب قبلہ مصباحی، آپ نے ترجمہ نگاری کے دوران پیش آنے والی کئی ایک دقتوں کا مداوا کیا اور مفید مشوروں سے بھی نوازا۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمود علی صاحب قبلہ مشاہدی مصباحی، آپ نے تصحیح اور نظر ثانی کی اور ایک فاضلانہ تقریظ بھی زیب قرطاس فرمائی۔

رفیقانِ گرامی قدر مولانا نورالہدی مصباحی اور مولانا محمد حسیب رضوی سبحانی صاحبان، جو اس مشقت خیز سفر کی ہر مشکل گھڑی میں خوش دلی کے ساتھ میرا تعاون کرتے رہے، اور مولانا بشارت علی صدیقی اشرفی صاحب، جنھوں نے کتاب کی طباعت واشاعت کا بارِ گراں برداشت کیا۔

ان کے علاوہ عمومی طور پر، میں اپنے تمام معاونین، محبین اور خیر خواہوں کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں، جن کی کرم فرمائیاں اور مخلصانہ دعائیں شاملِ حال رہیں اور ہر طوفانِ غم میں ساحلِ نجات بنتی گئیں، اس اعتراف کے ساتھ کہ اظہار تشکر کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کسی

کے بے پایاں احسان کا بدلہ نہیں ہوا کرتے۔

دعا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر ہم سب کو اپنی شان رحیمی کے مطابق جزائے خیر سے نوازے اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ مزید دینی خدمات انجام دینے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ وعلی آلہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم

محمد عبداللہ قادری مصباحی
جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

مؤرخہ ۲۰ جمادی الاول ۱۴۴۱ھ

مطابق ۱۶ جنوری ۲۰۲۰ء

۞۞۞

حالات مصنف

امام ابوالقاسم عبدالکریم قشیری علیہ الرحمۃ

(465-376ھ)

نام و نسب:

آپ کا نام عبدالکریم، کنیت ابوالقاسم اور قشیر بن کعب کی جانب نسبت کی وجہ سے آپ کو قشیری کہا جاتا ہے۔

سلسلۂ نسب:

آپکا سلسلۂ نسب اس طرح ہے: عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد۔ آپ کی والدہ قبیلۂ بنوسلیم سے تعلق رکھتی تھیں۔

تاریخ پیدائش:

ماہ ربیع الاول ۳۷۶ھ کو آپ کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔ آپ ایک ثقہ، قابل اعتماد اور شریعت وطریقت کے جامع عالمِ دین تھے۔ وعظ ونصیحت کے فن میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ۴۴۸ھ میں بغداد کو اپنے قدومِ میمنت سے شرف بخشا۔ وہاں وعظ ونصیحت کی مجلسیں منعقد کیں۔ لطیف اشارات اور پُرمغز خطابات کی وجہ سے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ کی مجلس کے حاضر باشوں میں شیخ ابو اسحاق شیرازی جیسی شخصیات بھی ہوتی تھیں۔ آپ کے گوناگوں اوصاف وکمالات کو دیکھ کر بغداد کے علما بیک زبان پکار اٹھے کہ زمانے نے آپ جیسا عالم نہ دیکھا۔ آپ اصولاً اشعری اور فروعاً شافعی تھے۔ علمِ طریقت کے اسرار ورموز شیخ ابوعلی دقاق اور ابوعبدالرحمن سلمی سے، علمِ فقہ ابوبکر بن محمد طوسی سے اور علمِ کلام ابوبکر بن فورک اور ابواسحاق اسفرائینی سے حاصل کیے۔

تصنیفات:

آپ نے "لطائف الاشارات/ تفسیر کبیر" کے نام سے ایک جامع تفسیر لکھی۔ فن

تصوف میں ایک کتاب-الرسالة القشیریة تصنیف فرمایا جس میں تصوف کے اصول اور صالحین کی ایک جماعت کے احوال وکوائف مذکور ہیں۔ان دو تصنیف کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف بھی ہیں جن کا ذکر ابنِ کثیر اور ذہبی نے کیا ہے، کچھ مزید کتب کے نام درج ذیل ہیں:

1- كتاب القلوب الصغير، والكبير.2-شكاية أحكام السماع.3-شكاية أهل السنة. 4-ناسخ الحديث ومنسوخه. 5-ديوان شعر. 6-القصيدة الصوفية. 7-الحقائق والرقائق، مخطوط بمكتبة جيستر بيتي (دبلن) أيرلندة رقم 3052.8-فتوى؛ محررة في ذي القعدة سنة 436 هجرية أوردها السبكي في طبقاته الجزء الثالث.9-آداب الصوفية، مفقود. 10-كتاب الجواهر، مفقود 11-كتاب المناجاة، مفقود.12-رسالة ترتيب السلوك، ظهرت مترجمة بالألمانية سنة 1962م بقلم فرتزماير Fritz Meier بمجلة Oriens. وتوجد مخطوطة بالخزانة الملكية بالرباط.13-بُلغة القاصد. 14-منثور الخطاب في مشهور الأبواب. مخطوط بالخزانة الملكية بالرباط.15-المنشور في الكلام على أبواب التصوف. مخطوط بالخزانة الملكية بالرباط. 16-عيون الأجوبة في أصول الأسئلة. مفقود.17-شرح أسماء الله الحسنى. 18-التحبير في التذكير.

وفات:

ماہ ربیع الآخر ۴۶۵ھ کو نیساپور میں ۸۹ رسال کی عمر گزار کر علم وفضل کا یہ آفتابِ تاباں روپوش ہو گیا اور خلقِ خدا اس کی ضیابار کرنوں سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئی۔آپ کے استاذ شیخ ابوعلی دقاق کے پہلو میں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

ایک گھوڑا آپ کو تحفے میں ملا تھا جس پر آپ سواری کیا کرتے تھے۔آپ کی جدائی کے غم میں اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور مختصر سی مدت کے بعد وہ بھی آنکھیں بند کر کے ابدی نیند سو گیا۔

(البدایة والنهایة، ج:۱۲،ص:۱۴۲،تاریخ بغداد، ج:۱۱،ص:۸۳،شذرات الذهب، ج:۳،ص:۳۲۱،طبقات الشافعیة، ج:۱،ص:۲۸۳، ۲۸۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، وصلاتہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

استاذ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری نے فرمایا:

فصل: (۱)

نحو لغوی:

درست کلام کا ارادہ کرنا۔

کہتے ہیں: نحوت نحوہ: یعنی ''میں نے اس کا ارادہ کیا۔''

(عربی زبان میں اس قسم کو ''نحو'' کہا جاتا ہے؛ کیوں کہ اس کا مقصد کلام کی درستگی ہے)

نحو قلبی:

دل سے اچھی بات کا ارادہ کرنا۔ ''اچھی بات'' یہ ہے کہ:

اللہ تعالیٰ کو دل کی زبان سے مخاطب کیا جائے۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) منادات (۲) مناجات۔

''منادات'' عبادت گزاروں کا وصف ہے، اور ''مناجات'' قرب الٰہی سے بہرہ ور ہونے والوں کا وصف ہے۔ ''منادات'' بابِ رحمت پر ہوتی ہے، اور ''مناجات'' بساطِ قربت پہ کی جاتی ہے۔ عبادت گزاروں کا مقام بابِ خدمت ہے، اور قرب یافتگان کی قیام گاہ بساط قربت ہے۔

فصل:(۲)

کلام نحوی کی تین قسمیں ہیں:

(۱)اسم (۲)فعل (۳)حرف بامعنیٰ۔

اور کلام قلبی کی بھی تین قسمیں ہیں:

[۱]اسم یعنی اسم جلالت۔

[۲]فعل، جومن جانب اللہ ہو۔

[۳]حرف، یا تو اسم کے ساتھ خاص ہوگا، اور اس کے لیے کوئی حکم ثابت کرے گا، یا فعل کے ساتھ خاص ہوگا، اور اس کے لیے کوئی نسبت چاہے گا۔

حرف جب اسم پر داخل ہوتا ہے تو اس کے لیے نصب، جر، یا کوئی اور حکم ثابت کرتا ہے۔اسی طرح وصفِ عِلم، ذات باری کے لیے عالم ہونے کا حکم ثابت کرتا ہے۔قدرت، حیات اور دوسری تمام صفات ذاتیہ کا یہی حال ہے۔

جس طرح بعض حروف، فعل کے لیے نصب و جزم کا حکم ثابت کرتے ہیں ایسے ہی باری تعالیٰ کے افعال کے اوصاف، اس کے لیے خالق ہونے کا حکم ثابت کرتے ہیں۔

فصل:(۳)

عبد و معبود کی باہمی گفتگو میں جس چیز کے بارے میں خبر دی جاتی ہے، نحو قلبی میں اسے اسم کہتے ہیں اور جو خبر ہوتی ہے، اسے فعل کہتے ہیں۔

رہے حروف تو ان کی حیثیت واسطے کی ہے، جس سے اس قلبی گفتگو کے فائدے مکمل ہوتے ہیں۔

فصل:(۴)

نحو لغوی میں کلام کی دو قسمیں ہیں:

(۱)مفید (۲)غیر مفید:

مفید: وہ کلام جس میں کم از کم دو اسم، یا ایک اسم اور ایک فعل ہو۔ان کے علاوہ کلام کی دوسری قسمیں غیر مفید ہیں۔

نحو قلبی میں بھی کلام کی دو قسمیں ہیں:

(۱)مفید(۲)غیر مفید:

مفید: وہ کلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے سنا جائے، یا جس کے ذریعہ اسے مخاطب کیا جائے۔اس کے سوا جو کلام اللہ کے لیے نہ ہو؛ وہ لغو اور غیر مفید ہے۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ کلام مفید وہ کلام ہے جو ذات باری پر دلالت کرے، یا صفات باری کی طرف اشارہ کرے، یا مخلوقات کو بیان کرے۔

یہی وہ تقسیم ہے جس میں تمام معانی جمع ہیں اور کلام مفید کی کوئی بھی قسم اس سے خارج نہیں ہے۔

[اعراب اور بنا]

فصل:(۵)

کلام کی دو قسمیں ہیں:

(۱)معرب(۲)بنی۔

''اعراب'' یہ ہے کہ آخر کلمہ، عامل کے اختلاف کی وجہ سے، حرکت، یا سکون، یا حذف کی صورت میں بدل جائے۔

''بنا'' یہ ہے کہ آخر کلمہ پر حرکت، یا سکون لازم ہو۔

اور قلبی گفتگو یا تو ایسے لفظ سے ہوتی ہے جس میں حق تعالیٰ علم وآگہی سے سرفراز فرماتا ہے، یا ایسے قول سے ہوتی ہے جس میں وہ مخلوق میں تصرف کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

پہلی قسم کی گفتگو وہ ہے جسے دل سے سننے کے بعد آپ بلا تکلف آگاہ ہو جاتے ہیں۔

اور دوسری قسم وہ ہے جس کے ذریعہ، آپ ''بسط'' کے اشارے کے مطابق، اپنے مولیٰ سے مناجات کرتے ہیں۔پہلی گفتگو حالت وصال کی ہے، اور دوسری حالت فراق کی۔

فصل:(۶)

وجوہ اعراب چار ہیں: (۱)رفع (۲)نصب (۳)جر (۴)جزم۔

قلوب کے لیے بھی یہی قسمیں ہیں۔قلوب کا رفع چند طریقوں سے ہوتا ہے:

- دل کو دنیا سے اٹھالیں۔یہ زاہدوں کا وصف ہے۔
- یا دل کو خواہشوں اور آرزوؤں کی پیروی سے روکیں۔یہ ان حضرات کا وصف ہے

جو عبادات ومجاہدات اور اوراد و وظائف کے خوگر ہیں۔

● یا اپنی ذات سے دل کو اٹھالیں اور یہ سمجھیں کہ آپ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ ان بندوں کا وصف ہے جو عجز وانکسار اور خشوع وخضوع کے پیکر ہیں۔

● یا دل کو حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کرلیں اور مخلوق کے وجود سے اسے پاک کرلیں۔

● یا حرام کاری سے خود کو باز رکھیں، پھر دل میں چھپے ہوئے مخلوق کے تصور کو نکال باہر کریں، پھر اپنی حاجتوں کے لیے مولا کی بارگاہ میں دست سوال دراز کریں، پھر محبت مستحکم ہونے کے بعد اپنی ضرورتیں اس کی جناب میں پیش کریں، محبت الٰہی میں فنا ہو جائیں اور ماسوی اللہ کا تصور دل سے نکال دیں۔

قلوب کا نصب یہ ہے کہ آپ سرتا پا رضامندی کی بساط پر قائم رہیں، پھر دل کو محل شہود میں بحسن وخوبی سرنگوں کر دیں، پھر اسرار کو انفرادیت کا نور بخشیں اور افتراق وانتشار سے انھیں یکسر پاک وصاف رکھیں۔

اور کبھی بندوں کو تقدیروں کے حکم کے تحت نصب کر دیا جاتا ہے، اس میں انھیں اختیار کا حق ہوتا ہے نہ ترجیح یا اشتغال کا، نہ تو اس چیز کو بار سمجھنے کا جس کا وہ سامنا کرنے والے ہیں، نہ ہی اس کے استقبال کا جس کے وہ منتظر ہیں، اور نہ ہی اس میں جلدی کرنے کا جس کے بارے میں ان سے وعدہ ہوتا ہے۔ ان چیزوں میں انھیں کوئی حق نہیں ملتا، حق تعالیٰ انھیں اپنے حق کے لیے نصب کرتا ہے، نہ کہ ان کے حصے کے لیے، اس طرح وہ مخلوق کے مددگار اور حق کے لیے حق کو قائم کرنے والے ہوتے ہیں۔

قلوب کا خفض یا جر، یہ ہے کہ شرمندگی کا احساس رہے، خشیت باقی رہے، فقر ومسکنت اور گوشہ نشینی کو ترجیح حاصل ہو، خشوع وخضوع لازمی ہو اور نفس کو مجاہدات کی بھٹی میں ڈال دیا جائے۔

یا ہر شخص کے جائز مطالبے کے لیے اپنی باہیں پھیلا دیں، نہ جھڑکیں، نہ جھگڑیں، نہ قطع تعلق کریں، نہ ناپسند کریں، ایک عارف کی شان یہی ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں اپنی ذات، اپنی عزت اور اپنے کاموں کو حقیر جانتے ہوئے، ہر شخص کے اجر کو نا کے برابر سمجھتا ہے۔

قلوب کا جزم (کاٹنا) یہ ہے کہ تمام رشتے ناطے توڑ دیے جائیں اور آداب شریعت میں کسی قسم کی دخل اندازی کے بغیر، احکام حقیقت کے ماتحت رہا جائے۔

یا خواہشات کے وسوسوں سے دل کا رشتہ منقطع کر لیا جائے؛ کیوں کہ امانی (خواہشات) اور معانی ایک دوسرے کی ضد ہیں، پھر نا امیدی کی تلوار سے، اپنے تمام تر مطالبات، اختیارات اور آرزوؤں کا گلا کاٹ دیا جائے اور اللہ کے رحم وکرم پر، اسی کے ساتھ اسی کا ہو کر رہا جائے، اس کے بعد بھی اگر کوئی رخصتیں تلاش کرے تو طریقت کی نگاہ میں وہ مشرک و مرتد ہے۔

فصل: (۷)

نحو میں وجوہِ بنا چار ہیں:

(۱) ضمہ (۲) فتحہ (۳) کسرہ (۴) سکون۔

اور اہل حقیقت کے مطابق قلوب کے لیے بھی یہی چار قسمیں ہیں۔

تو قلوب کا ''ضمہ'' یہ ہے کہ اَسرار کو دوسروں سے محفوظ رکھا جائے۔ ''فتحہ'' یہ ہے کہ غیب کی کنجیوں کی مدد سے انھیں کرب سے پاک کیا جائے۔ ''کسرہ'' یہ ہے کہ اچانک حضوری اور ملاقات کے وقت وہ (قلوب) سجدہ ریز ہو جائیں، اور ''سکون'' یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سکون حاصل کریں، اور ہر حال میں انھیں مولیٰ کی انسیت حاصل ہو۔

معرب اور مبنی میں کچھ اور اشارے بھی ہیں:

معرب کا آخر عامل کے اختلاف سے بدل جاتا ہے۔ جب کہ مبنی ایک ہی صیغہ پر برقرار رہتا ہے۔

اسی طرح بندوں کی جو صفات، ان کے تصرفات و تکلفات کا مجموعہ ہوتی ہیں، وہ بدلتی اور متاثر ہوتی ہیں اور جو صفات من جانب اللہ بندوں میں رکھی جاتی ہے، ان میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ یہ وہ اخلاق واحکام ہیں جو اللہ کی جانب سے بندوں کے اندر رکھے گئے ہیں اور جو ان کے لیے مقدر کردہ عطیوں اور حصوں کے اعتبار سے ہوتے ہیں۔ پھر جو بد بخت ٹھہرے، اس کا حکم مردود ہو جاتا ہے اور جد وجہد سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہاں! جس کا نصیب اچھا ہو، اس کا حکم مقبول ہوتا ہے اور کسی بھی جرم کی وجہ سے وہ سعادت مندوں کی

فہرست سے نہیں نکلتا۔

بنا کی ایک قسم مبنی بر کسرہ ہے۔ یہ مبنی ہمیشہ شکستہ حال رہتا ہے۔ اس کی شکستگی مٹتی ہے، نہ محتاجی دور ہوتی ہے۔ تکلیف ختم ہوتی ہے، نہ کوئی معاملہ درست ہوتا ہے۔ صبح میں آزمائش اور شام میں بدبختی اس کا نصیب۔ کوششیں اندھے منہ گرتی ہیں، خوش نصیبی میں کمی آتی ہے، قسمت کے ستارے نحوست کا شکار ہوتے ہیں اور ارادے الٹے پڑ جاتے ہیں۔ کسی نہر میں اتر جائے تو اس کا پانی کم ہو جائے اور کوئی جوہر پا جائے تو جلد ہی اسے کھو بیٹھے۔

دوسری قسم مبنی بر فتح ہے۔ ایسے مبنی کی نعمتیں ختم ہوتی ہیں نہ قرار یافتہ چیزیں زائل ہوتی ہیں۔ دور ہو تو اس کی نرم ہوائیں فیض لٹائیں اور قریب ہو تو اس کے ہم نشین سعادتیں حاصل کریں، طویل غیر حاضری کی صورت میں بھی اس کا مشرب مکدر ہوتا ہے نہ مذہب بدلتا ہے۔ حاضری میں سست روی کے باوجود اس کے لیے (ہر شخص کا) سینہ (بغض و کینہ سے) خالی ہوتا ہے۔ اگر اس کا نور بکھر جائے تو سورج ایک دم تاریک ہو جائے اور اگر وہ پردۂ ظہور پر ناگہاں جلوہ گر ہو جائے تو چودھویں کا چاند بھی شرمندہ ہو جائے۔

تیسری قسم مبنی بر ضمہ کی ہے۔ اس سے اختیار کی مشقت دور کر دی جاتی ہے، اور حالات کی تبدیلی پر اسے کوئی عذاب ہوتا ہے نہ آثار و علامات کے اختلاف پر اس کے حق میں حکم تبدیل ہوتا ہے۔ شدت اس سے دور کر دی جاتی ہے اور عذر اس سے اٹھا لیا جاتا ہے۔ پھر نہ اس کے پاس عقل ہوتی ہے کہ وہ احکام کا مکلف ہو، نہ شریعت میں اس کے حق میں یا اس کی طرف سے کوئی ایسا فعل ہوتا ہے جس سے اس کی مہمان نوازی ہو۔ یہ لوگ قضا و قدر کی قید میں ہوتے ہیں۔ مخلوق میں ان کی باتیں مشکوک ہوتی ہیں۔ اور ہر شخص پر ان کا معاملہ مشتبہ ہوتا ہے۔

چوتھی قسم مبنی بر سکون ہے۔ سکون والا اپنی جگہ موقوف رہتا ہے اور اپنے ارادوں سے پھیر دیا جاتا ہے۔ اسے جدوجہد سے فائدہ حاصل ہوتا ہے، نہ اس کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔ اس کا زمانہ لمبا ہوتا ہے، وہ پے در پے حادثوں کا شکار ہوتا ہے، اور ابتدائے حال سے انجام کار تک وہ سورہ اخلاص سے تجاوز نہیں کرتا، نہ ہی عیوب و نقائص کی صورت کی طرف خروج کرتا ہے۔

اسی طرح احکام بھی مختلف قسموں اور زمانوں والے ہوتے ہیں۔

فصل:(۸)

اسم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) نکرہ (۲) معرفہ۔

اور تصوف میں بھی مخلوق میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں: صاحب معرفت اور صاحب نکرت (جہالت)۔ ان میں سے ہر ایک کی تعریف اور صفات جداگانہ ہیں۔ جس طرح اسم نکرہ، معرفہ ہو جاتا ہے جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اسی طرح بندوں کے لیے بھی عرفان الٰہی سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں۔ مشائخ نے فرمایا ہے:

"مارجع مَن رجع الا من الطريق، أما من وصل فمارجع"

''لوٹنے والے وہی ہیں جو راستے ہی سے لوٹ جاتے ہیں، منزل مقصود پر پہنچ جانے والے کبھی نہیں لوٹا کرتے۔''

فصل:(۹)

اسم مفرد کو اگر آپ تثنیہ بنانا چاہیں تو حالتِ رفع میں ''الف'' اور حالتِ نصب و جر میں ''یا''، اور ''الف'' و ''یا'' کے بعد ''نون'' بڑھا دیں۔ یہ ''نونِ تثنیہ'' مکسور ہوتا ہے، اور اضافت کے وقت ساقط ہو جاتا ہے۔

اس میں اشارہ یہ ہے کہ واحد کے لفظ سے اس کا تثنیہ نہیں آتا اور تثنیہ کے لفظ سے اس کا واحد نہیں آتا۔ لہٰذا ''واحد'' سے ''واحدان'' اور ''اثنان'' سے ''اثن'' نہیں کہا جائے گا۔ یہ محال تقدیری ہے۔

اسی طرح واحد حقیقی سے، اس کی وحدانیت کا زوال، تقدیری اور وجودی طور پر محال ہے۔ اور تثنیہ ہو سکے جو اس کا، فرد لاثانی ہونا بھی تقدیری طور پر محال ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

''وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ''

[الذاریات:۴۹]

ترجمہ:

''اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے بنائے کہ تم دھیان کرو۔''

فصل:(۱۰)

اسم واحد جب تک واحد رہے، اپنے حروف وصفات کے ساتھ قائم رہتا ہے، لیکن جب کسی غیر کی شرکت سے وہ دو (تثنیہ) ہو جائے تو اس میں تبدیلی آجاتی ہے۔ کبھی ''الف'' سے مرفوع ہوتا ہے اور کبھی ''یا'' سے منصوب یا مجرور، اسی طرح جب تک بندے کا دل تنہا اور (تعلقات سے) خالی ہوتا ہے؛ وہ بلند ترین صفات کا حامل ہوتا ہے، لیکن جب غیروں سے تعلقات قائم ہو جاتے ہیں تو اس کی حالت بار بار بدلتی رہتی ہے۔

''نونِ تثنیہ'' ہمیشہ مکسور ہوتا ہے؛ اسی طرح جس کے تعلقات کثیر ہوں، وہ ہمیشہ شکستہ بازو رہتا ہے اور خود کو ہر جگہ گراتا ہے۔ ''نونِ تثنیہ'' اضافت کے وقت ساقط ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ وہ واحد کی تنوین کا بدل ہوتا ہے اور تنوین واضافت چوں کہ معرفہ کی علامت ہیں؛ اس لیے ایک ساتھ نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح جب عارف پر معرفت کی کسی صفت کا غلبہ ہوتا ہے تو اس کی مقابل صفت پوشیدہ ہو جاتی ہے۔

جیسے ''قبض''(۱) غالب ہو تو ''بسط'' مستور، اور ''بسط'' غالب ہو تو ''قبض'' پوشیدہ۔ ''اُنس''(۲) کا زور ہو تو ''ہیبت'' غائب، اور ''ہیبت'' کا قبضہ ہو تو ''اُنس'' زائل۔ دوسری تمام صفات کا بھی یہی حال ہے۔

فصل:(۱۱)

جمع کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جمع سالم (۲) جمع تکسیر۔

۱۔ قبض وبسط: اگر کسی صوفی کے دل کی حالت ایسی ہو، جس میں سزا یا عتاب کا اشارہ ملے، تو اس پر قبض (غم) کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور اگر ایسی حالت ہو، جس میں قرب الٰہی کا اشارہ ملے، یا لطف ومہربانی کے آثار نظر آئیں تو دل کو بسط یعنی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ان دونوں کیفیتوں کا احساس اسی صوفی کو ہوتا ہے جو امید وبیم سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ملخص از رسالہ قشیریہ، ص:۶۸۔

۲۔ اُنس وہیبت: ان دونوں کا مقام ''قبض وبسط'' سے اوپر ہوتا ہے۔ ''ہیبت'' میں ''غیبت'' (غائب رہنا) کی صفت پائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے ہر صاحب ہیبت، غائب اور مدہوش رہا کرتا ہے۔ یوں ہی ''اُنس'' کا تقاضا یہ ہے کہ صاحب اُنس ''صحو'' (ہوش میں ہونا) کی حالت ہو۔ چناں چہ ہر صاحب اُنس حالت بیداری میں ہوتا ہے۔ ملخص از رسالہ قشیریہ، ص: ۶۹۔

اسی طرح اہل اشارہ جسے جمع کہتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں:
ایک وہ جس میں صاحب جمع سلامت ہو۔ یہ وہ شخص ہے کہ شریعت جس کی اس وقت حفاظت کرے جب جمع کا غلبہ ہو۔ اور ایک وہ جس میں صاحب جمع کی صحت میں شکستگی ہو۔
یہ وہ جمع ہے جس میں شریعت کے آداب صاحب جمع کا تحفظ نہ کریں۔
نحو لغوی اور نحو قلبی کی اقسام جمع کے درمیان فرق یہ ہے کہ خطاب (مسائل نحو) میں جمع کی دونوں قسمیں صحیح ہیں۔ لیکن نحو قلبی میں ایک صحیح ہے اور دوسری غلط۔
یہاں اشارہ یہ ہے کہ جس طرح جمع سالم وہ جمع ہے جس میں واحد کا لفظ سلامت رہے، اسی طرح راہ حقیقت میں جمع سالم وہ ہے جس میں عقل شبہات سے، فعل بدعات سے، نفس شہوات سے، دل غفلت سے اور اسرار پوشیدگی سے محفوظ اور سالم ہوں۔
اور جمع تکسیر وہ جمع ہے جس میں واحد کے لفظ کا وزن برقرار نہ رہے، ٹوٹ جائے۔ اسی طرح قوم (صوفیا) کی جمع شدہ چیزوں میں فاسد وہ ہے جو حقیقت کے بندھن سے الگ ہو جائے اور شریعت کے حدود سے ہٹ جائے۔

فصل: (۱۲)

جب آپ کسی اسم مذکر عاقل کی جمع سالم بناتے ہیں تو اس کے آخر میں، حالتِ رفع میں ''واؤ''، حالتِ نصب و جر میں ''یا'' اور ''واؤ'' ''یا'' کے بعد ''نون مفتوح'' بڑھا دیتے ہیں۔ یہ نون اضافت کے وقت ساقط ہو جاتا ہے۔
اشارہ! جب اسم واحد، جمع میں بدل جاتا ہے تو ہر ایک میں تبدیلی اور رنگارنگی آتی ہے۔ کبھی کمی ہوتی ہے اور کبھی بیشی، کبھی تبدیلی اور کبھی عدم تبدیلی۔ اسی طرح صاحب جمع کی ذات سے احکام دور ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی اسے قربت کی وادیوں میں ظہور بخشتا ہے، تو کبھی اپنی بارگاہ سے دور کر دیتا ہے۔ اس میں صاحب جمع کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

''وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُود''

[کہف: ۱۸]

ترجمہ:

''اور تم انھیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں۔''

امام شبلی - رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ - ایک دن بوسیدہ لباس میں باہر تشریف لائے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا:

فیوماً ترانا فی الحریر نجرّہ ویوماً ترانا فی الحدید عبوسا

ویوماً ترانا والثرید نلتّہ ویوماً ترانا نأکل الخبز یابسا

''تم کبھی تو ہمیں ریشمی لباس میں ملبوس پاؤ گے اور کبھی لوہوں (کے لباس) میں ترش رو دیکھو گے۔ کبھی ہم ثرید میں گھی ملاتے ہوئے ملیں گے اور کبھی خشک روٹی کھاتے ہوئے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''إنی لست کأحد کم، إنی أبیت عند ربی یطعمنی ویسقینی''

[صحیح بخاری، ۱۹۲۲/سنن ترمذی، ۷۷۸]

''بے شک میں تمھاری طرح نہیں ہوں۔ میری رات، رب کے حضور گزرتی ہے، وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔''

اور کبھی یوں فرمایا:

''أنا إبن امرأة تأکل القدید''

[سنن إبن ماجہ، کتاب الأطمعة، ۳۳۱۲]

''میں ایسی خاتون کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کا ٹکڑا کھاتی ہے۔''

کبھی تو دس لوگوں کو جنتی قرار دیا، اور کبھی یہ فرمایا کہ:

''إنہ لیغان علی قلبی''

[صحیح مسلم، کتاب الذکر، ۲۷۰۲]

''بے شک میرے دل پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔''

جمع سالم کے لیے ایک قیاس ہوتا ہے۔ جب کی جمع تکسیر میں بے شمار فنون، مختلف قیاس اور طرح طرح کی شکلیں ہوتی ہیں۔

اسی طرح جو صفت علم کی حفاظت میں ہوتا ہے، وہ مقام و مرتبہ میں اپنے وقت کا رہبر رہنما ہوتا ہے۔ اور جو اس راہ میں جمع تکسیر کا حامل ہوتا ہے، اس کی آزمائش ہوتی ہے اور اس کی طرف کوئی راہ یاب نہیں ہوتا۔ ان حضرات کے نزدیک تو وہ مردود ہوتا ہے، جو طریقت

سے بہرہ ورنہیں ہوتے۔لیکن حقیقت میں اس کا معاملہ پوشیدہ ہوتا ہے۔وہ شرافت وکرامت والوں کی نظر میں ہوتا ہےلیکن جولوگ اس بات سے بے خبر ہیں، وہ اسے مکلف سمجھتے ہیں۔

ألوانها شتى الفنون وإنما تسقى بماء واحد من منهل

''ان کے رنگ ہزار ہیں،لیکن سب ایک ہی چشمے کے پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔''

ایسے لوگوں کے حالات اور اوقات کی معرفت دشوار اور مشتبہ ہوتی ہے۔ان کے مقام ومرتبے پر جامع قیاس بھی اثر انداز نہیں ہو سکتے اور ان کی پوشیدہ صفات میں حتمی اندازے بھی نہیں جھانک سکتے۔

فصل:(۱۳)

کچھ اسما خاص ہوتے ہیں، جب انھیں ''واؤ'' سے مرفوع، ''الف'' سے منصوب اور ''یا'' سے مکسور کر دیا جائے تو ان کی شکل بدل جاتی ہے۔ان کی تعداد چھ ہے: أب، أخ، حم، هن، فم اور ذو مال۔

اشارہ: اسی طرح کچھ لوگوں کو احکام کے ذریعہ، ان کے ہم شکلوں سے ممتاز اور منفرد کر دیا گیا ہے۔کسی نے کہا ہے:

''ليس كل بَشَر بِشْراً''

''ہر بَشَر، بِشر نہیں ہوسکتا ہے''۔یعنی ان (بِشر) کا معاملہ دوسروں سے جدا، اور معنیٰ میں سب سے ممتاز ہے۔

فصل:(۱۴)

فعل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) لازم (۲) متعدی۔

اسی طرح اشارہ میں بھی افعال عباد کی دو قسمیں ہیں: لازم اور متعدی۔

وہ فعل جس کی برکتیں صاحب فعل تک ہی محدود ہوں، اسے لازم کہتے ہیں۔اور جس فعل کی خیرات سب کو عام ہو ،اسے متعدی کہتے ہیں۔

فعل متعدی کی چند قسمیں ہیں: متعدی بہ یک مفعول، متعدی بہ دو مفعول، اور متعدی بہ سہ مفعول۔

اشارہ:

اسی طرح بندے کی برکتیں کبھی ایک عالم کو حاصل ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ مشائخ نے فرمایا کہ:

"لو أن ولیا من أولیاء اللہ اجتاز ببلد لغفر اللہ لأهل هذا البلد"

"اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی، ولی کسی شہر سے گزر جائے تو ضرور اللہ تعالیٰ اس شہر والوں کی مغفرت فرمادے گا۔"

اور اثر میں ہے کہ:

"لو أن محزونا بکی في أمة لرحم اللہ تلک الأمة ببکائه"

"اگر کوئی غم زدہ شخص اشک بار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی گریہ وزاری کے صدقہ میں پوری قوم پر رحمتوں کا نزول فرماتا ہے۔"

فصل: (۱۵)

فعل مضارع کے پانچ صیغے ایسے ہیں جنھیں "نون" سے مرفوع اور "نون" کو ساقط کر کے منصوب یا مجزوم کیا جاتا ہے۔ وہ پانچ صیغے یہ ہیں:

يَفْعَلَانِ، تَفْعَلَانِ، يَفْعَلُوْنَ، تَفْعَلُوْنَ، تَفْعَلِيْنَ۔

اشارہ:

اسی طرح کچھ افعال مخصوص ہوتے ہیں اور اسی وقت مقبول ہوتے ہیں جب ان کے ساتھ کوئی زیادتی لاحق ہو؛ لہذا ان کی ادائیگی کسی شرط متصل کے ساتھ ہی ہوگی۔ جیسے رمی جمار، جو صرف حج میں عبادت ہے۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی جو محض حج اور عمرہ میں عبادت ہے۔ اسی طرح جس شخص کو کسی شیخ، عارف یا ولی کی وجہ سے کچھ عطا کیا جاتا ہے وہ اس سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے، لیکن جب اس شیخ کا زمانہ گزر جاتا ہے تو اس شخص کی کوئی قدر نہیں رہ جاتی۔

فصل: (۱۶)

فعل کی چند قسمیں اور ہیں:

(۱) صحیح (۲) معتل (۳) مضاعف۔

اشارہ:

اسی طرح جو بندے مکلف ہیں ان کے افعال کی بھی چند قسمیں ہیں:
صحیح اور معتل۔

پھر جس طرح فعل صحیح وہ فعل ہے جو حرف علت سے خالی ہو؛ اسی طرح بندوں کا فعل صحیح وہ ہے جو مختلف صنوف علت [باطنی بیماریاں، روحانی امراض] سے محفوظ ہو۔

حروف علت تین ہیں:

(۱) واو (۲) الف (۳) یا۔

اور صنوف علت بھی تین ہیں:

(۱) ریا (۲) خود پسندی (۳) بروں کے ساتھ نشست و برخاست۔

بعض حروف علت بہت ضعیف اور بعض بہت قوی ہوتے ہیں، اسی طرح بعض صنوف علت بہت لطیف اور بعض بہت نمایاں ہوتے ہیں۔

بعض افعال میں حرف علت شروع میں ہوتا ہے، انھیں ''مثال'' کہتے ہیں، اسی طرح بعض افعال عباد میں بھی علت ابتدا ہی میں ہوتی ہے، یہ افعال وہ ہیں جن کا آغاز اخلاص سے نہ ہو۔

بعض افعال ''اجوف'' ہوتے ہیں یعنی حرف علت ان کے بیچ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض افعال عباد بھی ''اجوف'' ہوتے ہیں، جن کے انجام دینے میں کوئی درمیانی لغزش درآتی ہے۔ جیسے غفلت اور بے خبری۔

بعض افعال کو ''ناقص'' کہتے ہیں۔ یہ افعال وہ ہیں جن کے آخر میں حرف علت ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض افعال عباد بھی ''ناقص'' ہوتے ہیں، جن کے آخر میں کوئی آفت آجاتی ہے، اس لیے کہ کسی بھی قربت کی مقبولیت کا دارومدار عاقبت اور انجام کو اچھی طرح نبھانے پر ہے۔

بعض افعال ''لفیف'' ہوتے ہیں، جن میں دو حروف علت ہوتے ہیں۔ ایک ساتھ ہوں یا الگ الگ۔ اسی طرح بندوں کے بھی بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جن پر لگاتار آفتیں حملہ آور ہوتی ہیں۔ اس سے صاحب فعل کے اندر ریا اور خود پسندی پیدا ہوجاتی ہے۔

اور بعض افعال ''مضاعف'' ہوتے ہیں، جن میں ایک ہی جنس کے دو حروف جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے میں مدغم ہوتے ہیں۔ اسی طرح بندوں کے بھی بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے فاعل کا ثواب یا گناہ دوگنا ہو جاتا ہے۔ یہ افعال وہ ہیں جن میں حق اللہ اور حق العبد کا اجتماع ہو، جس کی وجہ سے ثواب وگناہ کا حکم بندے کے حق میں دونا ہو جائے۔

فصل: (۱۷)

''ادغام'' کا معنیٰ ہے:

''چھپا دینا'' لہٰذا دونوں حروف (مدغم اور مدغم فیہ) تقدیری طور پر موجود رہتے ہیں، اگرچہ زبان پر ایک ہو جاتے ہیں۔ اس میں جمع اور جمع الجمع کے بارے میں اہل تصوف کے قول کی طرف اشارہ ہے۔

تصریف کی بعض حالتوں میں مدغم حروف ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو ''جمع''(۱) کا حامل ہوتا ہے، وہ کبھی کبھی ''فرق'' کی حالت میں لوٹ جاتا ہے۔

فعل کی ایک قسم ''مہموز'' ہے۔ یعنی اس میں ہمزہ ہوتا ہے اور ہمزہ کو حلق میں دراز کیا جاتا ہے۔ اسی طرح قبولیت کے اعتبار سے بعض افعال دوسروں سے بلند رتبہ اور دراز قد ہوتے ہیں۔

فصل: (۱۸)

اسم مبتدا: اس کی شرط یہ ہے کہ وہ صدر کلام میں ہو، تاکہ اس کی خبر دی جا سکے، نیز عوامل لفظیہ سے خالی ہو۔

اسم اسی وقت مبتدا ہوتا ہے، جب اس میں کوئی عاملِ ظاہر عمل نہ کرے؛ لہٰذا جب وہ عوامل لفظیہ سے خالی ہوگا، اس کے حق میں صدر خطاب کا حکم باقی رہے گا۔ اسی طرح جو شخص

۱۔ جمع وفرق: استاد ابو علی دقاق۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ فرماتے ہیں: ''فرق'' وہ چیز ہے جو تمھاری طرف منسوب ہو، اور ''جمع'' اسے کہتے ہیں جو تم سے چھین لی جائے''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز انسان کو کسب کے ذریعہ حاصل ہو، اسے ''فرق'' کہتے ہیں۔ جیسے عبادت کرنا اور وہ کام کرنا جو انسانی احوال کے مطابق ہیں۔ اور جو چیز حق تعالیٰ کی طرف سے ہو، اسے ''جمع'' کہتے ہیں۔ جیسے معانی کا اظہار اور لطف وکرم فرمانا۔ رسالہ قشیریہ، ص: ۷۳۔

حرص وہوس کے اثر اور شہوت وخواہش کے عمل ودخل سے محفوظ ہو۔ اس کے نصیب میں پیش قدمی لکھ دی جاتی ہے۔ اور جو تمناؤں اور آرزوؤں کا اسیر ہو، وہ نچلے طبقے میں پہنچ جاتا ہے اور اس کا ٹھکانہ جوتیوں کا ڈھیر ہوتا ہے۔

فصل:(۱۹)

عامل دو طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) لفظی (۲) معنوی۔ جیسے کہ اسم مبتدا، اس میں عامل ''ابتدا کا معنیٰ'' ہے یعنی ''اس کا مبتدا واقع ہونا''۔ اسی کو غیر لفظی بھی کہتے ہیں۔

اسی طرح اشارہ میں بھی عامل فی العبد کی دو قسمیں ہیں۔

ظاہر: جو ہر شخص کو معلوم ہو جائے۔

مستور: جو ایک زمانے کے بعد ظاہر ہو۔

حضرت جنید بغدادی–رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ–فرماتے ہیں:

''اگر کوئی کسی کے پاس اپنا راز رکھنا چاہے تو حضرت رویم–رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ–کے پاس رکھ دے؛ کیوں کہ انھوں نے اتنے سال ہماری صحبت میں گزار دیے اور ان کے دل میں ہماری محبت بھی موجود رہی لیکن ہم اسے، ان کے اندر نہ دیکھ سکے''۔

فصل:(۲۰)

بابِ ابتدا کی ایک فصل یہ بھی ہے کہ مبتدا رفع کے ساتھ خاص ہوتا ہے، جو کہ قوی ترین حرکت ہے؛ کیوں کہ اسی وقت گفتگو کی لگام چھوڑی جاتی ہے۔ اسی طرح اشارہ میں جو شخص نفسانی مطالبات کے اثر سے بچ جائے اور خواہشات کی قید سے آزاد ہو جائے، اس کی حالت انتہائی مضبوط و مستحکم ہو جاتی ہے۔ لہذا اسے بھاری بوجھ کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے اور اہم ترین امور کا حامل بنا دیا جاتا ہے؛ کیوں کہ وہ اسے طاقت سے اٹھا سکتا ہے اور اس کا بار برداشت کر سکتا ہے۔ تو جس کی حالت بندوں میں سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے، اسے اتنے ہی زیادہ قوی امور سے خاص کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

''إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا''

[المزمل:۵]

ترجمہ:

''بے شک عن قریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔''

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الناس کإبل هائمة لا تكاد تجد فيها راحلة''

[صحیح بخاری، کتاب الرقاق، ۶۴۹۳/ کتاب القدر، ۶۶۰۷، ''هائمة'' کی جگہ ''مائة'' ہے، اختلاف الفاظ کے ساتھ]

''لوگ ان سو، پیاسے اونٹوں کی طرح ہیں، جن میں شاید و باید ہی کوئی سواری کے قابل ہو۔''

حضرت شبلی -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کہا کرتے تھے:

''أشعر أني مأخو د بجرائم الخلق''

''مجھے لگتا ہے کہ مخلوق کے گناہوں کے بارے میں مجھ سے بھی مواخذہ ہوگا۔''

فصل: (۲۱)

مبتدا کے لیے خبر بھی ضروری ہے۔

خبر وہ ہے جس سے خطاب کا مکمل فائدہ حاصل ہوتا ہے؛ لہذا جب خطاب کی ابتدا ہو گئی تو ایسی چیز لانا ضروری ہے جس سے فائدۂ خطاب تام ہو جائے۔ ورنہ خطاب لغو ہو جائے گا۔

اسی طرح ابتداے عرفان کے لیے بھی ایسی چیز ضروری ہے، جس سے اس کا فائدہ تام ہو جائے۔ اور وہ چیز یہ ہے:

''عرفان کا از ابتدا تا انتہا دائمی طور سے موجود رہنا۔'' لہذا جب طاعات وعبادات کی ابتدا ہو جائے، تو انھیں مکمل کرنا بھی ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

''الأمور بخواتيمها''

[سنن ابن ماجہ، ۳۹۹۱]

''تمام کاموں کا دارومدار خاتمے پر ہے۔''

یہی حال زبانِ جمع میں بھی ہے: جب اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے ابتداءً، اس کی ولایت ثابت ہو گئی تو اخیر میں یقیناً وہ اپنے تحفظ کا انعام واحسان عطا فرمائے گا۔ اسی وجہ سے

کہا گیا ہے:

إن الكريم إذا حباك بوده — ستر القبيح وأظهر الإحسانا

وكذا الملول إذا أراد قطيعة — ستر المليح وقال كان وكانا

"بے شک کریم جب تمھیں اپنی محبت سے نوازتا ہے، تو برائیوں کی پردہ پوشی اور اچھائیوں کا اظہار کرتا ہے۔ اور جب بے زار شخص تم سے قطع تعلق کا ارادہ کرتا ہے تو اچھائیوں کو چھپالیتا ہے، اور کہتا ہے: یہ ایسا تھا، ویسا تھا۔"

فصل: (۲۲)

مبتدا کی خبر کئی طرح کی ہوتی ہے، اور ہر ایک سے خطاب کا مکمل فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

اسی طرح اگر آپ حق کے کسی راستے پر چلیں یا کسی کام کی ابتدا کریں، تو اسے مکمل کر کے ہی دم لیں، خواہ وہ راہ عبادت کی ہو یا ارادت کی، علم کی ہو یا زہد کی۔ اس لیے کہ کسی بھی کام کی قدر اسی وقت ہوتی ہے، جب اس میں استقامت برتی جائے۔ لہذا جب آپ کسی کام کو شروع کر دیں تو جان لیں کہ مکمل فائدہ اس کو مکمل کرنے سے ہی حاصل ہوگا۔

تجرد إلى الدنيا فإنك إنما — سقطت إلى الدنيا وأنت مجرد

"دنیا میں، اسباب دنیا سے تجرد اور علاحدگی اختیار کرو؛ کیوں کہ تم دنیا میں جب آئے تو ان سب سے خالی تھے۔"

فصل: (۲۳)

مبتدا کی خبر کبھی مبتدا کی طرح ہوتی ہے۔ جیسے "زید منطلق" اور کبھی فعل وفاعل، شرط وجزا، یا ظرف کی صورت میں کوئی جملہ مبتدا کی خبر بنتا ہے اور ان سب سے خطاب کا مکمل فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

اسی طرح جب آپ کوئی کام شروع کریں، تو اس کی تکمیل اسی وقت ہوگی جب آپ خود کو اسی کے لیے خاص کر دیں، جس طرح آپ نے ابتدا میں کیا؛ اسی طرح اس کام میں آج بھی مشغول رہیں۔ اور کبھی کبھی ان تمام افعال واوصاف سے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے، جنھیں آپ اپنی ابتدائی حالت کے مقابلے میں کثرت کے ساتھ انجام دیتے ہیں؛ کیوں کہ اگر

آپ انھیں گذشتہ کل کی کارگزاری کے ساتھ نہیں ملائیں گے تو فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

فصل: (۲۴)

فاعل مرفوع ہوتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) مبتدا سے مشابہت۔

(۲) اس کی حالت کا قوی ہونا جس کی وجہ سے اسے قوی ترین حرکت رفع کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔

(۳) فاعل اور مفعول کے بیچ فرق کرنے کے لیے۔

رفع قوی ترین حرکت ہے۔

اشارہ میں اس کا سبب، حق تعالیٰ کے لیے رفعت و بلندی کا استحقاق ثابت کرنا ہے؛ کیوں کہ فاعل حقیقی وہی ہے۔ اس کے سوا کسی اور کو ایجاد و اختراع کی قدرت نہیں ہے۔ اور اس لیے کہ تمام امور کی ابتدا اسی سے ہے کہ وہی اول سابق ہے اور وہی عظمت و رفعت کا اصلی حق دار ہے۔

فصل: (۲۵)

مفعول منصوب ہوتا ہے؛ کیوں کہ نصب، رفع سے ہلکا ہے اور مفعول کا رتبہ بھی فاعل سے کم ہے۔ اس لیے اسے اخف الحرکات یعنی نصب کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔

یہی حال مخلوق خدا کا ہے۔ وہ بھی مفعول ہے۔ عجز و نقص اس کی حالت میں داخل ہے؛ کیوں کہ وہ قدرت الٰہی کی قید اور قبضۂ خداوندی کے تصرف میں ہے۔

کسی نے کہا ہے:

فاصبر لمر العناء فقد خلقت ممر القضاء

”میں مشقتوں کی ترشی کو صبر کے ساتھ برداشت کر لیتا ہوں؛ کیوں کہ مجھے قضا و قدر کی گزرگاہ بنا کر پیدا کیا گیا ہے۔“

فصل: (۲۶)

مفعول کی چند قسمیں ہیں:

مفعول مطلق، مفعول بہ، مفعول لہ، مفعول فیہ اور مفعول معہ۔

اسی طرح مفعولات خلق کی بھی کئی قسمیں ہیں:
جمادات ''مفعول مطلق'' ہیں۔ حیوانات ''مفعول بہ'' ہیں، جن پر نفع وضرر کے خدائی احکام جاری ہوتے ہیں۔ مکلف بندے ''مفعول لہ'' ہیں، جن کے لیے جنت وجہنم پیدا کیے گئے ہیں۔ مکلفین عباد کے احوال ''مفعول فیہ'' ہیں؛ کیوں کہ ان ہی احوال میں اطاعت و معصیت کے تمام امور انجام پاتے ہیں۔ اور آزمائش ''مفعول معہ'' ہے؛ کیوں کہ بنی نوع آدم کو آزمائش اور مشقت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔
فرمان الہی ہے:

''لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ''

[البلد:۴]

ترجمہ:

''بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔''

اگر رزق کو ''مفعول معہ'' کہا جائے تو بھی صحیح ہے؛
کیوں کہ رزق اللہ کے برگزیدہ بندوں کے لیے لازم ہے کہ اس کا ہر ولی اور مقرب بارگاہ، کارگاہ حیات سے بے نیاز ہوتا ہے۔
ارشاد ربانی ہے:

''وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ''

[الأعراف:۱۹۶]

ترجمہ:

''اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔''

فصل: (۲۷)

''فعل مالم یسم فاعلہ'' مرفوع ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ چوں کہ فاعل مذکور نہیں ہوتا ہے؛ اس لیے مفعول کو فاعل کے قائم مقام کر کے اسی کا اعراب دے دیا گیا؛ کیوں کہ ہر فعل کے لیے ایک فاعل ضروری ہے۔ تو یوں کہا جائے گا: ضُرِبَ زَيْدٌ۔
اشارہ:

اہل غفلت پر جب صانع عالم کا وجود مشتبہ ہوگیا، تو انھوں نے افعال کو مفعولین خلق کی طرف منسوب کر دیا۔ پھر انھیں یہ وہم ہوا کہ مفعول، فاعل کے مرتبے کا حق دار ہے۔ تو وہ کائنات کو ان ہی مفعولین خلق کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ کیوں کہ یہ بات بدیہی ہے کہ ان تمام حوادث کے لیے کوئی نہ کوئی محدِث ضرور ہے۔
پس جب وہ صانع عالم کو ثابت نہ کر سکے تو انھیں مفعولین خلق کی طرف سے وقوع فعل کا وہم ہو گیا اور اسی وہم میں کسی نے طبیعت کو فاعل قرار دے دیا، کسی نے ستاروں کو، کسی نے قسمت کو، کسی نے دولت کو، کسی نے زمانے کو، کسی نے زید کو اور کسی نے عمر و کو۔
پھر جس طرح سے "فعل مالم یسم فاعلہ" کے لیے "رفع" کا اعراب حقیقی نہیں ہے، اسی طرح یہ وہم پیدا ہو گیا کہ مفعولات اور مفعولین، دونوں حوادث کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

فصل: (۲۸)

مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔ آپ کہتے ہیں: دَارُ زَیْدٍ۔
اشارہ یہ ہے کہ:
"جرّ" اضعف الحرکات ہے، اسم جب مفرد ہوتا ہے تو اس کی حرکت سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ لیکن اضافت کے وقت اس کو سب سے زیادہ ضعیف حرکت دے دی گئی۔
اسی طرح جب تک بندہ تنہا رہتا ہے، اس کی حالت انتہائی قوی اور مضبوط ہوتی ہے، لیکن جب تعلقات در آتے ہیں تو وہ انتہائی ضعیف ہو جاتا ہے۔

فصل: (۲۹)

"کان" اور "صار" جیسے افعال، وہ الفاظ ہیں جو اسم کو مرفوع اور خبر کو منصوب کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں: کان زید قائماً۔۔۔ لہذا یہ افعال اصلی نہیں بلکہ ان سے مشابہ ہیں۔
اشارہ یہ ہے کہ یہ الفاظ، جب افعال کے مشابہ ٹھہرے، تو انھیں حقیقی افعال کا درجہ دے دیا گیا۔ لہذا جس طرح فاعل مرفوع اور مفعول بہ منصوب ہوتا ہے، اسی طرح "کان" کا اسم مرفوع اور خبر منصوب ہوتی ہے، لیکن انھیں افعال اصلیہ نہیں کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ ان ہی میں سے ہو جاتا ہے اور ظاہر میں اس پر ان ہی کے احکام جاری ہوتے ہیں، لیکن اس کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ وہ ان کے مشابہ ہے

،حقیقت میں ان کا حصہ نہیں ہے۔

شاعر نے اسی معنیٰ کو یوں بیان کیا ہے:

إذا انسكبت دموع في خدود   تبين من بكى ممن تباكى

''جب آنسو بہ کر رخساروں کی زینت بن جاتے ہیں تو حقیقی رونے والے اور روہانسی صورت بنانے والے کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔''

فصل: (۳۰)

اسم کو منصوب اور خبر کو مرفوع کرنے والے حروف معدودے چند ہیں:

إنَّ، أنَّ، كأنَّ، لكنَّ، ليتَ اور لعلَّ۔

دراصل ان حروف کا عمل اسم میں ہوتا ہے، خبر میں نہیں۔ کیوں کہ خبر اپنی حالت پر باقی رہتی ہے۔ اس باب میں نحویوں نے تساہلی برتی ہے۔ اس طرح یہ حروف ''کان'' اور اس کے اخوات کے مشابہ ہیں، جو اسم و خبر دونوں میں عمل کرتے ہیں (اور فعل کے مشابہ ہیں)۔ لہذا یہ حروف ایک مشابہ سے مشابہ ہونے کی وجہ سے عمل میں اس سے ضعیف ٹھہرے، تو اب ان کا عمل اسم میں ہوگا، نہ کہ خبر میں۔

اسی طرح جب بھی بندہ تحقیق سے دور اور خام کاری اور جوٹ توڑ سے قریب ہوگا، اس کی قوتِ تاثیر کمزور اور قدر و منزلت بے معنیٰ ہو کر رہ جائے گی۔

فصل: (۳۱)

فعل ماضی مبنی بر فتح ہوتا ہے، جیسے ضَرَبَ۔ اور فتحہ اخف الحرکات ہے، چوں کہ گذشتہ زمانہ ہونے کی وجہ سے ماضی کی حالت انتہائی کمزور اور ضعیف تھی، اسی لیے اسے سب سے زیادہ ضعیف و خفیف حرکت کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔

اس میں اشارہ یہ ہے کہ جس کا استحقاق جتنا کمزور ہوگا، اس کا حصہ اتنا ہی حقیر ہوگا۔

مشائخ کا کہنا ہے:

''إن لله عبادا ألم يرهم أهلا لمعرفته فشغلهم بنوع من عبادته''

''اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں، جنھیں اس نے اپنی معرفت کا اہل نہ پایا تو اپنی کسی عبادت میں مشغول کر دیا۔''

فصل: (۳۲)

فعل مضارع اسم کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے؛ لہٰذا اِعراب کا اصل حق دار اسم ہے۔

اس میں اشارہ یہ ہے کہ جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے، اسے ان ہی میں سے شمار کیا جاتا ہے، اور جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے، اس کا حشر ان ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔

مشائخ فرماتے ہیں:

"هم القوم لا يشقى بهم جليس"

''وہ ایسے لوگ ہیں، جن کا کوئی ہم نشین بدنصیب نہیں ہوتا ہے۔''

اور یہ بھی کہ:

"من تحقق بحاله لم يُحَلُ عنه حاضروه"

''جو اپنے حال پر ثابت قدم رہے، اس کے حاضرین، اس سے جدا نہیں ہوتے۔''

فصل: (۳۳)

فعل مستقبل کو مجزوم کرنے والے حروف معلوم ہیں اور وہ یہ ہیں:

لَم، لَمَّا، لام امر، لائے نہی۔

فعل مستقبل کو منصوب کرنے والے حروف بھی معلوم ہیں اور اس طرح ہیں:

أن، لَن، كَي، إذن۔

اس میں اشارہ یہ ہے کہ جب تک فعل مضارع تنہا ہوتا ہے اس کی حرکت سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے، لیکن جب اس میں عوامل کا عمل ہوتا ہے تو وہ قوی ترین حرکت کا مستحق نہیں رہ جاتا اور انجام کار اس کی حالت کم زور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب تک بندہ تنہا رہتا ہے، اس میں استقلال اور قوت کی صفاتی پائی جاتی ہیں لیکن جب اس میں امید و بیم اور خوف ورجا جیسے واردات کا عمل ہوتا ہے، وہ ضعف کا شکار ہو جاتا ہے۔ تو اس سے قبل بندہ اللہ سے ایک پائیدار تعلق رکھتا تھا، لیکن اب بخت کی قید اور نصیب کے قبضے میں آ جاتا ہے، پھر بعض عوامل اسے منصوب کر کے ہر قاصد و مرید کے آگے ڈال دیتے ہیں اور بعض اسے مجزوم کر کے اس کی ذات سے فوائد منقطع کر دیتے ہیں۔

فصل: (۳۴)

امر مبنی بر سکون ہوتا ہے۔ جیسے "اِذْهَبْ"۔

اور نہی مجزوم ہوتی ہے۔ جیسے "لَاتَفْعَلْ"۔

اشارہ یہ ہے کہ سکون، دوام کی طرف اشارہ کرتا ہے، جس طرح حرکت، زوال کا پتہ دیتی ہے۔ لہٰذا امر سے وجوب اور لزوم کا فائدہ ملتا ہے۔ اور نہی مجزوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ کسی چیز سے منع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ سے، آپ کی مراد کا رشتہ ختم ہو جائے، تاکہ آپ مامور بہ کے مطابق ہو جائیں اور منہی عنہ سے باز رہیں۔

اور جواب امر اور جواب نہی مجزوم ہوتے ہیں؛ کیوں کہ مامور یا منہی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ ان کا کام محض اتنا ہے کہ سر تسلیم خم کر دیں اور امر یا نہی کے مطلوب و مقتضیٰ کا التزام کریں۔ پس مامور و منہی میں نہ تو معارضہ وانکار کی صفات پائی جائیں گی، نہ حکم عدولی اور نافرمانی کی۔

فصل: (۳۵)

"نعت" اسم کے تابع ہوتی ہے۔ اسم اگر مرفوع ہو تو "نعت" مرفوع ہوگی اور منصوب یا مجرور ہو تو "نعت" بھی منصوب یا مجرور ہوگی۔

"اسم" سے اشارہ ہے باطن کی طرف اور "نعت" سے ظاہر کی طرف۔ اور ظاہر پر وہی عیاں ہوتا ہے، جس کو باطن سے لیا جاتا ہے۔ سوال ہوا کہ:

"عارف کون ہے؟"

فرمایا:

"پانی کا رنگ برتن کے رنگ سے معلوم ہوتا ہے۔"

شعر:

کیفما دارت الزجاجة دُرنا　　　یحسب الجاهلون أنا جُننا

"آئینہ جیسے گھومتا ہے، ہم بھی ویسے ہی گھوم جاتے ہیں، لیکن جاہل سمجھتے ہیں کہ ہم پاگل اور مجنون ہیں۔"

چوں کہ "نعت" تابع ہوتی ہے، اس لیے اس کا حکم "متبوع" کا حکم ہوتا ہے، اسی طرح

ہر ''تابع'' کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس کے ''متبوع'' کا ہوتا ہے۔

فصل: (۳۶)

شرط و جزا دونوں مجزوم ہوتے ہیں۔ ان کے لیے چند حروف خاص ہیں:

إن، من اور ان جیسے دیگر حروف۔

مثال: إن تضرب أضرب۔

اشارہ:

جزا کا استحقاق اسی وقت ثابت ہوتا ہے، جب شرط مکمل طور سے پائی جاتی ہے۔ اسی طرح شریعت نے اپنے فضل و احسان کو آپ کے کاموں کے ساتھ مشروط و معلق کر رکھا ہے۔ اگر آپ شرط پوری کریں گے تو جزا کے مستحق ٹھہریں گے۔ اہل تصوف نے اسی وجہ سے فرمایا:

إن وجدنا لما ادعیت شهودا　　　لم تجد عندنا لحق جحودا

''اگر ہمیں آپ کے دعویٰ کی دلیل مل جائے تو آپ ہماری طرف سے کسی حق کا انکار نہ پائیں گے''۔

اللہ عزوجل نے فرمایا:

''وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ''

[البقرۃ: ۴۰]

''اور میرا عہد پورا کرو، میں تمھارا عہد پورا کروں گا''۔

فصل: (۳۷)

حروف عطف دس ہیں:

فا، واو، ثم اور اس کے اخوات۔

اور اعراب میں ''معطوف'' کا حکم وہی ہے جو ''معطوف علیہ'' کا ہے۔

اس میں اشارہ یہ ہے کہ جب دونوں یعنی ''معطوف'' اور ''معطوف علیہ'' معنیٰ میں مشترک ہیں، تو ان کی اعرابی شکل بھی ایک جیسی ہوگئی۔ اسی طرح جب کوئی، کسی قوم کی صحبت اور رفاقت اختیار کر کے، ان کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے اور ان کے گروہ کا حصہ بن جاتا ہے، تو جو چیز ان لوگوں کا استقبال کرتی ہے، وہی اس شخص کو بھی خوش آمدید کہتی ہے، اور جس

خزانے کا منہ ان کے حق میں کھولا جاتا ہے، اسی سے اس کو بھی الگ حصہ دیا جاتا ہے۔

اثر میں ہے:

"جلساؤکم شرکاؤکم"

[تفسیر قرطبی، ۱۹۹/۱۳/الجامع لأحکام القرآن]

''تمھارے ہم نشین، تمھارے شریک ہیں۔''

فصل: (۳۸)

''ہمزۂ وصل'' کچھ خاص حالتوں میں اسما اور افعال کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن ہمیشہ اس شرط کے ساتھ کہ جب ضرورت نہ رہے گی، اسے حذف کر دیا جائے گا۔

اس میں اشارہ یہ ہے کہ بندہ کو کوئی منصب عطا کیا جاتا ہے، جب کہ مقصد کچھ اور ہوتا ہے۔ پھر جب وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے اور مراد برآتی ہے، تو اسے وہ منصب دے دیا جاتا ہے، جس کا وہ اصل حق دار ہوتا ہے [اور موجودہ منصب چھین لیا جاتا ہے]۔ یہ ایسی آزمائش ہے، جس سے دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اس معنیٰ کا استشہاد اس شعر کے ذریعہ بھی کیا گیا ہے:

عجبت لسعي الدهر بيني وبينها فلما انقضى ما بيننا سكن الدهر

''مجھے اپنے اور اس کے درمیان زمانے کی گردش پر تعجب ہوا، لیکن جب ہمارا آپسی معاملہ ختم ہو گیا تو زمانہ بھی پرسکون ہو گیا۔''

کسی اور نے کہا ہے:

سكنوا في ديارهم ثم قالوا مالك - اليوم - عندنا من جواب

أطعمونا حتى إذا ما طعمنا وجرت بيننا عرى الأسباب

[ان اشعار کا ترجمہ نہیں کیا گیا ہے؛ کیوں کہ لفظ ''وجرت'' کے جو معانی لغت کی کتابوں میں درج ہیں، ان کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی ایسا مفہوم متعین نہ ہو سکا جو زیر مطالعہ فصل کے مضمون کے مطابق ہو۔ ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی اور جو ذرائع موجود تھے، ان سے بھی رابطہ کیا لیکن نتیجہ صفر رہا۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ اگر کوئی مناسب معنیٰ سمجھ میں آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں۔]

اور کبھی تغافل برت کر، ان کا امتحان لیا جاتا ہے، تو وہ لمبی جدائی کے بعد گنگناتے ہیں:

أدرجت في أثواب نسيانكم   حتى كأنني ألف الوصل

''میں تمھاری فراموشی کے کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا، گویا میں ہمزۂ وصل ہوں۔''

اور جب ہمزۂ وصل اصلی نہیں ہوتا ہے تو ہمیشہ باقی نہیں رہتا، اسی طرح جس کے نصیب میں خوبی نہ لکھی ہو، اس کا حصہ کسی ایسے شخص کے حوالے کر دیا جاتا ہے، جو ازلی خوش قسمت ہوتا ہے۔

فصل: (۳۹)

اسم کو مجرور کرنے والے حروف چند ہیں:

من، إلى، في، با زائده، کاف زائده اور ان کے اخوات۔ یہ حروف اسم پر داخل ہوتے ہین اور اسے مجرور کرتے ہیں۔

اسی طرح بندوں پر داخل ہونے والے اسباب میں سے ایک سبب ایسا ہے جس سے ان کے اندر عجز و انکسار اور تواضع پیدا ہوتا ہے؛ لہذا جس شخص کے اندر حرص و ہوس، خواہش نفس اور شہوت جیسی مذموم خصلتیں اور رذیل اخلاق موجود ہوں، وہ یقینی طور سے بد حال، بے قدر اور بے عزت ہو جاتا ہے۔

فصل: (۴۰)

بعض حروف وہ ہیں جو اسم مبتدا پر داخل تو ہوتے ہیں، لیکن ان کی وجہ سے، اس کے معنیٰ اور اعراب میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ یہ ''إنما، کأنما، لیتما، لعلما'' جیسے حروف ہیں۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ کچھ لوگوں کے اندر، کسی بھی صورت میں، واردات کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ اور ان کی حالت اس وقت بھی اسی طرح ہوتی ہے جیسی واردات سے خالی ہونے کے وقت تھی۔

ایک شخص کسی شیخ کے پاس پہنچا۔ پڑوس ہی میں کہیں لہو ولعب کی محفل سجی تھی۔ اس نو وارد نے یہ سمجھا تھا کہ یہاں جو کچھ چل رہا ہے، اس سے شیخ کا مزاج بدل جائے گا۔ لیکن جب اسے یہ محسوس ہوا کہ شیخ پر نہ تو کسی چیز کا اثر ہو رہا ہے اور نہ ہی اس صورت حال کی وجہ

سے ان کی توجہ بھٹک رہی ہے تو وہ بے اختیار پکار اٹھا:

''اس ذات پر میں قربان، جس پر سخت جان اور بارسوخ بلند و بالا پہاڑوں کا بھی اثر نہیں ہوتا۔''

شیخ نے فرمایا:

''اے فلاں! (ہم پر کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا، کیوں کہ) ہم کو ازل ہی میں ہر شے کی غلامی سے آزاد کر دیا گیا ہے۔''

فصل: (۴۱)

امر و نہی، دعا و استفہام، جحد، عرض اور تمنی کا جواب ''فا'' کے ذریعہ منصوب ہوتا ہے اور ''فا'' کو حذف کر دیں تو مجزوم ہو جاتا ہے۔

اشارہ:

جب جواب اور ان چیزوں کے درمیان ''فا'' بہ طور واسطہ پایا گیا تو اس کی وجہ سے، جواب اپنے حقِ ضروری سے محروم ہو گیا اور اس کی حالت بدل گئی۔ اس لحاظ سے واسطہ کی شرط یہ ہوئی کہ مدخول علیہ کا حکم بدل جائے۔ اب اگر کسی شخص کی زندگی اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی معلوم واسطہ پا لیا جائے، اور کسی صورت میں اس سے جدا ہو جائے تو جو چیز اس کے لیے واجب ٹھہری ہے، اس کا حکم بدل جائے گا۔ لیکن اگر اس کی زندگی کا تعلق اللہ تعالیٰ سے اس طرح ہو کہ درمیان میں کوئی علاقہ نہ ہو، تو حقیقت میں ہمیشہ اس بندے کو وصال جیسی شے حاصل رہتی ہے۔

فصل: (۴۲)

منادیٰ کی چند قسمیں ہیں:

مفرد معرفہ، مضاف اور نکرہ، ان سب کی صفات جداگانہ ہیں۔

اسی طرح بندے بھی کبھی مفرد ہوتے ہیں اور کبھی مضاف۔ دونوں صورتوں میں انھیں الگ الگ وصف سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہی حال ان بندوں کا بھی ہے، جو نکرہ ہوتے ہیں۔

اسم مفرد معرفہ ضمہ پر مبنی ہوتا ہے، جو کہ قوی ترین حرکت ہے۔ اسی طرح جو لوگ ہمیشہ انفرادی زندگی گزارتے ہیں، ان کے حالات و صفات بے حد قوی اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔

منادیٰ مضاف منصوب ہوتا ہے۔ اسی طرح جو رشتوں اور علاقوں والا ہو جاتا ہے، اس کی حالت انتہائی کم زور ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ نصب کم زور ترین حرکت ہے۔

اسم نکرہ کسی دوسرے علم کے ساتھ خاص ہوتا ہے، اسی طرح صاحب نکرہ کسی اور رنگ میں رنگا ہوتا ہے۔

فصل: (۴۳)

ندا میں ترخیم ہوتی ہے۔ ترخیم کا معنیٰ ہے:

''ایجاز و اختصار کی نیت سے، اسم کے آخر سے، اس کے بعض حصے کو حذف کر دینا۔''

اس کی تشریح نحو کے مسائل میں موجود ہے۔

اشارہ:

یہ ہے کہ کبھی کبھی نحو قلبی میں بھی منادیٰ کی ترخیم ہوتی ہے۔ بایں طور کہ جب اسے اشاروں سے پکارا جائے، تو تفسیر کے ایک حصے کو حذف کر دیا جائے، اور احباب کے بیچ جو علامت معلوم ہو، اسی پر بس کیا جائے۔

اللہ عز و جل نے اپنے نبی -صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم- کے لیے "یٰس" فرمایا۔ بعض تفسیروں میں اس کا معنیٰ "یا سید" بتایا گیا ہے۔ یہ کلام حذف و اختصار میں عربوں کی عادت کے مطابق ہے۔

جیسے کہ ایک عربی شاعر نے کہا:

قلت لها: قفي، فقالت: قاف۔

''میں نے اس سے کہا: ٹھہرو! تو اس نے کہا: قاف۔''

اور احباب کے نزدیک کلام کے ایک حصے پر اکتفا کرنا، اتمام (مکمل کرنا) سے زیادہ بلیغ ہے۔ اسی وجہ سے کسی نے کہا ہے:

ليس من الظرف امتحان الحبيب بالوصف۔

''اوصاف میں محبوب کو آزمانہ، اہل ظرف کا کام نہیں ہے۔''

فصل: (۴۴)

کچھ افعال وہ ہیں، جن کی گردان مکمل نہیں آتی ہے۔ جیسے نِعمَ، بِئسَ اور عسیٰ۔ اس

سے متعلق علم نحو میں مختلف ابواب واحکام موجود ہیں۔

اس میں اشارہ یہ ہے کہ بعض افعال تام نہیں ہوتے ہیں۔اس لیے بندہ، اس میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف نہیں کر پاتا ہے۔

ان ہی افعال میں سے ''آنکھیں کھلی رکھنا'' اور ''غور سے سننا'' بھی ہے۔ کیوں کہ ادراک یعنی سمع وبصر کو بندہ اپنے کسب سے حاصل نہیں کر سکتا۔لیکن جب وہ آنکھیں کھول لیتا ہے اور غور سے سنتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی عادت کے مطابق ادراک پیدا فرما دیتا ہے۔تو یہ ایسا کام ہے جس میں تصرف ناقص ہوتا ہے، پھر اسی پر امر ونہی کا وقوع ہوتا ہے، اور اسی کی بنیاد پر ثواب یا عقاب مرتب ہوتا ہے۔

فصل: (۴۵)

کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کے صیغے ایک اور معانی بے شمار ہوتے ہیں۔ جیسے ''ما'' جو کبھی صلہ کے لیے آتا ہے، اور کبھی نفی کے لیے، کبھی ''الذی'' کے معنیٰ میں ہوتا ہے، تو کبھی ''من'' کے معنی میں۔۔۔وغیرہ۔ نیز یہ مشبہ بالفعل کے مشابہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں:

''مازید قائما'' کیوں کہ اسے ''لیس'' کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ کچھ لوگوں کے یہاں اس کی خبر مرفوع ہوتی ہے اور کچھ کے یہاں منصوب۔

''ما'' اور ''لیس'' کا فرق اس وقت واضح ہوتا ہے، جب خبر کو مقدم کیا جائے۔ یہ فرق ''ما'' کے ''لیس'' سے کم تر ہونے کی وجہ سے ہے۔اسی طرح جو کسی سے متعلق ہو، وہ محقق کو نہیں پا سکتا۔

أما الخيام فإنها كخيامهم　　　وأرى نساء الحی غير نسائها

''یہ خیمے تو ان ہی کے خیموں کی طرح ہیں، لیکن اس قبیلے کی عورتیں، ان کی عورتوں کی طرح نہیں ہیں۔''

اسی معنیٰ کے قریب یہ شعر بھی ہے:

فذر عينيك وشأنيهما　　　أصبحت مشغولا بمشغول

''اپنی آنکھوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، کیوں کہ تم ایک مشغول میں مشغول ہو گئے ہو۔''

مشغول بالمشغول کی آزمائش سخت ہوتی ہے، اسی طرح مشبہ بالمشبہ کی حالت کم زور ہوتی ہے۔

فصل: (۴۶)

''اسم منفی بہ لا'' مبنی بر فتح ہوتا ہے۔ کیوں کہ ''لا'' ''إنَّ'' کی نقیض ہے۔ لہذا جب ''إنَّ'' جو کہ تحقیق کے لیے ہے، اسم کو منصوب کرتا ہے، تو ''منفی بہ لا'' بھی مبنی بر فتح ہوتا ہے۔ یہ نحو کا ایسا باب ہے جس میں معنیٰ پر، اس کی نقیض کا حکم جاری ہوتا ہے۔

اشارہ یہ ہے کہ احوال میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ کیوں کہ انتہائی غم میں ہنسی ضرور آتی ہے۔ بے حد خوشی ہو تو آنسو ضرور نکلتے ہیں۔ سختی اور شدت نہ ہو تو لمبی جدائی کی راہ ہموار ہو جاتی ہے، اور عذاب وعتاب جس قدر زیادہ ہو، اسی قدر حقیقی محبت حاصل ہوتی ہے۔

کہتے ہیں:

ترک العتاب - إذا استحق أخ　　　منک العتاب - ذریعة الهجر

''اگر آپ کا کوئی بھائی سزا کا مستحق ہو اور آپ اسے معاف کر دیں، تو یہ معافی جدائی کا سبب بن جاتی ہے۔''

اور یہ بھی:

ولما غدت عیسهم للنوی　　　وظلت بأحدابها تَرْتِکُ

ضحکت من البین مستعجباً　　　وشر الشدائد ما یضحک

''صبح کے وقت جب ان کے عمدہ اونٹ منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے ہودجوں کو لے کر آہستہ آہستہ آگے بڑھے، تو اس جدائی پر متعجب ہو کر میں ہنس پڑا اور سب سے بڑی سختی وہی ہے جو ہنسنے پر مجبور کر دے۔''

کہتے ہیں کہ جب حضرت یعقوب - علیہ السلام - نے حضرت یوسف - علیہ السلام - کو دیکھا تو اشک بار ہو گئے۔ وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا:

''وہ غم کے آنسو تھے، یہ خوشی کے آنسو ہیں۔''

فصل: (۴۷)

کچھ الفاظ وہ ہیں جو کئی ایک معنوں پر دلالت کرتے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک لفظ

"کم" ہے۔ جو استفہام کے معنیٰ میں ہوتو منصوب کرتا ہے، اور "رب" کے معنیٰ میں ہوتو مجرور کرتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ "کم" تکثیر کے ساتھ خاص ہے، اور "رب" تقلیل کے ساتھ۔ یہ فرق علامت اور قرینے سے ظاہر ہوتا ہے۔

اشارہ یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی اصلی شکل وصورت میں نہیں ہوتے ہیں، لیکن علامات وقرائن سے ان کا مقام واضح ہوجاتا ہے۔ مثال کے طور پر زاہد، جو واجد [خدا رسیدہ] کی صورت میں ہوتا ہے، لیکن زاہد کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عطا ہوتی ہے، اور واجد کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی [کے ایام] کو کم سمجھتا ہے۔

کبھی کبھی ایک ہی راہ پر دو مسافر جمع ہوجاتے ہیں، لیکن سفر کے مقصد سے ان کی قدرو منزلت کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ ایک اپنے کسی غلام کے محل میں قیام کرتا ہے اور دوسرا کسی کرایے کے مکان میں ٹھہرتا ہے۔

فصل: (۴۸)

حروف قسم ایک فعل مقدر کے ساتھ، اس چیز کو مجرور کرتے ہیں، جس کی قسم کھائی جاتی ہے۔ لہذا قائل کے قول "باللہ" کا مطلب ہوگا:

"یمینی باللہ" یا "حلفت باللہ"۔

ان میں بعض حروف ایسے ہیں جو بہت معروف ہیں اور عام طور سے ان کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے "با"۔ بعض زیادہ مشہور نہیں ہیں اور ان کا استعمال بھی بہت کم ہوتا ہے۔ جیسے "تا" اور "واو" اور بعض حروف درمیانی ہیں۔ یہ سب کے سب حروفِ قسم ہیں۔

اس میں اشارہ یہ ہے کہ تمام لوگ بارگاہ الٰہی کے خادم ہیں، لیکن ان میں کچھ بندے بارگاہ میں داخل ہونے کے مجاز ہیں اور انھیں ابتدائی نشستوں میں جگہ ملتی ہے اور کچھ کی حد یہ ہے کہ دروازے کے پاس جائیں اور دور ہی کھڑے رہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

"قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ"

[البقرۃ:۶۰ / والأعراف:۱۶۰]

"ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا۔"

فصل: (۴۹)

ظرف کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ظرف زمان (۲) ظرف مکان۔

زمانہ وقت کو کہتے ہیں۔ اور وقت وہ ہے جس میں آپ موجود ہیں، لیکن نحو قلبی کا ظرف زمان، اپنے اندر انجام پانے والے افعال کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔ اگر وہ فعل امر کے مطابق ہو تو فاعل کا ظرف مضموم ہوگا، کیوں کہ "ضمہ" قوی ترین حرکت ہے۔ اور اگر وہ فعل امر کے خلاف ہو تو فاعل کا ظرف مکسور ہوگا؛ کیوں کہ "کسرہ" کم ترین حرکت ہے۔ اور اگر وہ فعل مباحات کی قبیل سے ہو تو فاعل کا ظرف مفتوح ہوگا؛ کیوں کہ "فتحہ" خفیف ترین حرکت اور "مباح" خفیف ترین حالت ہے۔

رہا ظرف مکان تو اگر حق تعالیٰ صاحب مکان سے راضی ہو تو اس کا ظرف مرفوع یا منصوب ہوگا، اور اگر وہ بدنصیب ٹھہرا تو اس کا ظرف مکسور ہوگا۔ اس لیے کہ پانی کا رنگ وہی ہوتا ہے جو برتن کا ہوتا ہے۔ نحو خطابی اور نحو قلبی کے ظروف میں یہی فرق ہے۔

فصل: (۵۰)

نحو کا ایک باب استثنا بھی ہے۔ جو افراد لفظ کے مدلول ہیں، ان میں سے بعض کو کسی دلیل متصل کے ذریعہ خارج کر دینے کا نام "استثنا" ہے۔ جیسے جاء القوم إلا زید وغیرہ۔ اگر بعد میں لفظ استثنا نہ ہو تو پہلے والا لفظ یہ چاہے گا کہ مستثنیٰ بھی ان تمام چیزوں میں داخل ہو، جن کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے۔

اشارہ یہ ہے کہ کبھی کبھی کچھ لوگ، ایک ہی وقت اور ایک ہی راہ میں اس طرح جمع ہو جاتے ہیں کہ اگر انھیں باہم ممتاز کرنے والی کوئی چیز نہ ملے تو سب کے احوال مشترک ہو جائیں، لیکن جب حکم جاری ہوتا ہے تو ان میں سے بعض افراد الگ ہو جاتے ہیں۔

"إن الأحبة شمروا ویقینا"

"دوست تو کمر بستہ ہو گئے اور ہم باقی رہ گئے۔"

اسی طرح مشائخ نے فرمایا:

"إن فی کل عصر و وقت یدخل فی هذه الطریقة من لا نهایة لهم، ثم یخرج

الأکثرون عند حصول الابتلاء والامتحان، ویبقی القلیل منهم۔"

"ہر وقت اور ہر زمانے میں بے شمار لوگ اس راہ کو اختیار کرتے ہیں، لیکن جب آزمائش اور امتحان کا دور آتا ہے تو اکثر چھوڑ کر نکل جاتے ہیں اور باقی رہنے والوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔"

اور مشائخ نے یہ بھی فرمایا ہے:

"هم الأکثرون- وإن قلوا، ومواضع الأنس حیث حلوا۔"

"وہی اکثریت میں ہیں، اگرچہ کم ہیں، وہ جہاں جائیں وہیں الفت ومحبت کی قرار گاہ ہوتے ہیں۔"

استثنا کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کسی کا دوسری جنس سے استثنا کرنا۔ اسے "استثناء منقطع" کہتے ہیں۔

(۲) کسی کا اسی کی جنس سے استثنا کرنا۔ اسے "استثناء متصل" کہتے ہیں۔

اشارہ یہ ہے کہ جو لوگ مخالف ہوتے ہیں، ہم جنس نہیں ہوتے، ان کی جدائی پر نہ کسی کو کوئی تکلیف ہوتی ہے، نہ ان کے فراق کی کوئی پرواہ۔ لیکن جو لوگ قوم میں محترم ہوتے ہیں، اگر وہ جدا ہو جائیں، تو زندگی دشوار گزار ہو جاتی ہے، اور شدید غم اور حسرت سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔

فصل: (۵۱)

کچھ حروف وہ ہیں جو غیر سے لاحق کر دیے جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ غیر، دوسروں سے ممتاز ہو جائے۔ جیسے "واو" جو لکھنے میں "عمرو" کے ساتھ ہوتا ہے، تاکہ "عمرو" اور "عمر" میں فرق ہو جائے۔ یہ الحاق دائمی نہیں ہوتا ہے۔ یہ ہمزۂ وصل کی طرح ہے، جس کا بیان ہم کر چکے ہیں۔

اشارہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں کو کسی غیر کی وجہ سے راہ حقیقت میں لایا جاتا ہے، پھر اس راہ سے ان کو الگ کر دیا جاتا ہے۔

مشائخ نے فرمایا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دو آدمیوں میں سے ایک کو لازم کر دیا ہے، یا تو انھیں

مومن موافق ملے گا، یا منافق مسخر۔“

مشائخ نے یہ شعر بھی پڑھا ہے:

أیھا المدعی سلیمی ھواھا　　لست منھا و لا قلامۃ ظفر

إنما أنت فی ھواھا کواو　　ألحقت فی الھجاء ظلما بعمرو

”اے سلیمیٰ کی محبت کے مدعی! کہاں تو اور کہاں اس کی محبت؟ اس کی محبت کے حوالے سے تیرا حال تو اس ”واؤ“ کی طرح ہے، جس کو ہجے کرنے میں ”عمروْ“ کے ساتھ ظلماً لاحق کر دیا جاتا ہے۔“

فصل: (۵۲)

اسم کی دو قسمیں ہیں:

”منصرف“ جسے ”اسم متمکن“ کہتے ہیں۔ اور ”غیر منصرف“ جسے ”ناقص التمکن“ کہتے ہیں۔ تو جو اسم منصرف ہوتا ہے، اس پر ہر قسم کا اعراب آتا ہے، اور جو غیر منصرف ہوتا ہے، اس کو اعراب کا حصہ بہت کم ملتا ہے۔

اشارہ:

مخلوق خدا کا حال بھی یہی ہے۔ کچھ لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں، اور کچھ بدنصیب۔ خوش نصیبوں کو توجہ و وصال، امید برآری، افعال کی پاکیزگی اور احوال کی صفائی، جیسی نعمتیں ملتی ہیں۔ اگر دن میں انھیں توفیق ملتی ہے تو رات میں ان کی مراد وصل پوری ہوتی ہے۔ بارگاہ عزت میں اپنی مرضی کے مطابق آتے جاتے رہتے ہیں:

”وَلَا یَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ“

[یونس:۲٦]

”اور ان کے منہ پر نہ چڑھے گی سیاہی اور نہ خواری۔“

اور بدنصیبوں کو اگر دن میں مقبولیت ملتی ہے تو رات میں گم نامی کا مزہ چکھنا پڑتا ہے۔ اگر رات میں موافقت نصیب ہوتی ہے، تو دن میں وہ مخالفت کا تلخ جام پینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

فصل: (۵۳)

جب آپ کسی اسم ثلاثی کی تصغیر لانا چاہتے ہیں تو اس میں ''یا'' زیادہ کر کے شروع میں ضمہ دے دیتے ہیں جیسے کہ ''حجر'' کی تصغیر ''حُجَیْر''۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے مرتبے کی تحقیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی مشغولیت میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ وہ بے چارہ اسے فضل و کرم، نعمت و برکت، اور رفعت و بلندی سمجھتا ہے، لیکن دراصل یہ اس کے حال و مقام کی تذلیل و تنقیص ہوتی ہے۔ تصغیر کی تمام قسموں کو اسی طریقے پر قیاس کر لینا چاہیے۔

فصل: (۵۴)

تعجب کے وقت کہا جاتا ہے:

''ما أحسن زیدا'' اور ''أحسن بزید'' اور ''زید ما أحسنه''۔

معلوم ہوا کہ جب اسم کے کسی وصف سے تعجب ہوتا ہے تو آپ اسے منصوب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ما أحسن زیداً یعنی: أيُ شیءٍ أحسن زیداً۔

اشارہ:

نصب ضعیف ترین حرکت ہے۔ جب اسم پر تعجب ہوتا ہے تو اسے فتحہ کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے، جو کہ ضعیف ترین حرکت ہے۔ اسی طرح جب انسان پر اعجاب یعنی خود پسندی طاری ہو جائے تو اس کی حالت کم زور ترین ہو جاتی ہے؛ اس لیے کہ اعجاب سب سے بڑی آفت ہے۔

فصل: (۵۵)

حال منصوب ہوتا ہے۔ جیسے ''جاء زید فرحاً''، تو ''فرحاً'' حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ حال مفعول ہونے کی وجہ سے نصب کا حق دار ہوتا ہے اور کلام مکمل ہونے کے بعد آتا ہے؛ لہذا جب حال کلام مکمل ہونے کے بعد آیا تو مستغنیٰ عنہ [جس کی حاجت نہ ہو] کی طرح ہو گیا، اسی لیے اسے منصوب کر دیا گیا۔

اشارہ یہ ہے کہ مستغنیٰ عنہ کی حرکت بہت ضعیف ہوتی ہے اور اس کا استحقاق بہت کم ہوتا

ہے، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نقص کی صفات مخلوق ہونے کی علامت ہیں؛ کیوں کہ مخلوق مستغنیٰ عنہ ہے۔ فرمان باری ہے:

”وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ“

[محمد:۳۸]

”اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج۔“

اور یہ شعر بھی:

وبعین مفتقر إلیک نظرتنی فحقرتنی ورمیت بی من حالق

”جب میں نے خود کو حاجت مند نگاہوں سے دیکھا تو حقیر پایا، اور اپنے آپ کو اونچائی سے نیچے گرا دیا۔“

حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے، کیوں کہ کسی قوم کے صاحب حال کے لیے ضروری ہے کہ اپنے احوال کو نظر انداز کرے۔ اس لیے کہ اگر وہ اپنے احوال کی معرفت حاصل کر لے گا تو ان کا لحاظ کرے گا، اور جب ان کا لحاظ کرے گا تو اس کے اندر خود پسندی آئے گی، اور جب خود پسند ہو گا تو اس کے احوال مضمحل ہو جائیں گے۔

استاذ ابو علی دقاق کہتے تھے:

”خاص احوال وہ ہیں جو صاحب حال سے پوشیدہ ہوں۔“

فصل:(۵۶)

مفعول سے مشابہ ہونے کی وجہ سے ”تمییز“ نصب کو ثابت کرتی ہے۔ وجہ مشابہت یہ ہے کہ ”تمییز“ بھی کلام مکمل ہونے کے بعد آتی ہے۔ مثال: عشرون درھماً۔

اشارہ:

چوں کہ مفعول کا درجہ فاعل سے کم ہے، اس لیے اسے نصب کے ساتھ خاص کر دیا گیا؛ کیوں کہ مفعول بھی ضعیف ہے اور فتحہ بھی ضعیف ہے۔

فصل:(۵۷)

مذکر کو شمار کرنے والے دس سے نیچے ہر عدد کے ساتھ ”ھا“ کو لاحق کیا جاتا ہے، لیکن مؤنث کو شمار کرنے والے عدد سے اسے حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے:

ثلثة رجال و خمس نسوة۔

یہاں عدد کو معدود کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اسے معادلہ کی ایک قسم مانا جاتا ہے۔ چوں کہ مؤنث، مذکر سے زیادہ ثقیل ہے؛ اس لیے اس کے عدد سے علامت کو حذف کر دیتے ہیں، اور مذکر مؤنث سے زیادہ خفیف ہے، اس لیے اس کے عدد میں "ھا" کا اضافہ کر دیتے ہیں، اور کہتے ہیں: "ثلثة رجال"۔ ہر چیز میں انصاف اور مساوات کو پسند کیا جاتا ہے، اس لیے اگر کسی میں ضعف ہو تو دوسرے کی مدد سے اسے قوی کرنا ضروری ہے، اور اگر کسی کے اندر کچھ قوت موجود ہو تو اس پر اتنا ہی بار ڈالا جائے جتنا وہ برداشت کر سکے۔ اسی وجہ سے شریعت نے فقرا کی دل جوئی اور غم خواری کا حکم دیا ہے۔ یہی حکمت، اس حکم میں بھی ہے کہ دیت کا بوجھ قاتل کے اہل خانہ کے کندھوں پر ہوگا۔

اور کبھی معدود کے ذریعہ عدد کی تفسیر کی جاتی ہے۔ جیسے "أحد عشر رجلاً" اور چوں کہ تفسیر بھی کلام مکمل ہونے کے بعد آتی ہے؛ اس لیے یہ مفعول کی طرح ہوئی۔

فصل: (۵۸)

اسم کی ایک قسم اسم موصول ہے، جس کا مکمل فائدہ صلہ ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسے "ما، من، الذی، أيّ"۔

اشارہ:

اس طرح کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں، جن کی تدبیر ناپائے دار ہوتی ہے، اور وہ دوسروں کے محتاج رہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو ان پر مخلوق کی راہ بند کر دیتا ہے، اور اپنی بارگاہ حق میں حاضری کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اور اگر ان کے ساتھ سوء کا ارادہ فرماتا ہے، تو حالات اس کے برعکس ہوتے ہیں۔

فصل: (۵۹)

جب آپ کسی اسم کو دوسرے اسم کی طرف منسوب کرتے ہیں تو اس کے آخر میں "یا" مشددہ زیادہ کر دیتے ہیں اور پہلا اسم اپنے حال پر رہتا ہے۔ مثلاً جب آپ جعفر یا عمر کی طرف کسی کو منسوب کرتے ہیں تو کہتے ہیں: جعفري یا عمري۔ اس کے حروف اور قسموں کا بھی یہی حال ہے۔

منسوب، منسوب الیہ کے ساتھ خاص ہوتا ہے، اور ہر منسوب کی قدر و قیمت منسوب الیہ سے ہوتی ہے۔ کسی بھی چیز کو دوسری چیز کی طرف اسی وقت منسوب کیا جاتا ہے، جب دونوں میں کوئی ایک جیسی خصوصیت موجود ہو۔

اشارہ:

ہر چیز کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کس کی طرف منسوب ہے۔ مثلاً، اگر کسی شخص کی نسبت دنیا کی طرف ہو تو اسے "دنیاوی" کہا جائے گا اور اس کی قیمت دنیا ہوگی۔ اور اگر اس پر آخرت کے معاملات غالب ہوں، تو وہ آخرت کی طرف منسوب ہوگا اور اس کی قیمت آخرت ہوگی۔ اسی طرح انسان پر غالب آنے والی ہر چیز میں غور کر کے، اس کی قدر و قیمت کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔

فصل: (٦٠)

جمع کی مختلف قسمیں ہیں:

جمع قلت، جمع کثرت وغیرہ۔ یہ قسمیں کثیر اور ان کے احکام بے شمار ہیں۔

جمع ان اشکال و امثال کے لیے ہوتا ہے، جو ایک دوسرے کا جوڑ بن سکیں اور باہم جمع ہو سکیں، پھر ان تمام جمع شدہ چیزوں کے بارے میں ایک ہی نام سے خبر دی جاتی ہے۔

اشارہ:

انسان، ایک ایسا اسم ہے جو مشہور وزن والے، ایک خاص جملے کو شامل ہے؛ لہذا جس کے عادات و اطوار برے ہوں، اس کی جمع، جمع قلت ہے۔ اور جو اچھی خصلتوں کا مالک ہو، اس کی جمع، جمع کثرت ہے۔ اس کے احکام بدلتے ہیں، تو قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔

❁❁❁

القسم الثانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے، جس نے حکمت کو ان لوگوں کے حوالے کیا جو اس کے اہل ہیں۔جس نے آدم -علیہ السلام- کو تمام اسما کا علم عطا فرمایا، انھیں دائرۂ وجود کے مقصد سے آگاہ کیا، اس کی شکل کو ظاہر فرمایا، اور بنی نوع آدم کے لیے اس کے حروف کو بیان کر دیا، اسم کو نشان زد کر دیا، اور فعل کی تصویر کشی کر دی۔ پھر ان میں سے کچھ لوگ خوش نصیبی کی پھوار سے راضی نہ ہوئے اور بھاری بارش کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔اور کچھ لوگ عزیمت سے خوش ہوئے لیکن اس کی گرہ لگاتے ہی اسے کھول دیا۔ پھر ایک گروہ اصلاح احوال کی طرف متوجہ ہوا، تا کہ اس کی فضیلت ظاہر ہو، اور ایک گروہ نے، دل کے ان باغوں کی راہ لی، جن میں معصیت کی شاخوں والے، سرکشی کے درخت تھے، اور ان کی جڑوں کو کاٹ دیا، پھر اس ذات کا رخ کیا، جس نے ان کو دوبارہ سیراب کیا، اس امید قوی کے ساتھ کہ شفا سے بہرہ ور ہوں، اور وہ ذات گرامی ان سے اور ان کے اپنوں سے براہ راست مخاطب ہو۔

میں تمام نعمتوں پر اللہ کی حمد کرتا ہوں، جس کے جود و کرم کی وجہ سے، وہ نعمتیں مجھے حاصل ہوئیں، جنھوں نے مجھے اپنی موسلا دھار بارش کا تحفہ دیا۔اور اللہ کے معبود حقیقی، یکتا و یگانہ اور بے شریک و سہیم ہونے کی گواہی دیتا ہوں، ایسی گواہی، جس کا سایۂ کرم مجھے اس دن حاصل ہوگا، جس دن کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، جن کو اس نے سرکشی کے پہرہ داروں کی طرف بھیجا تو آپ نے انھیں شکست سے دو چار کیا، اور بتوں کے محافظوں کی طرف مبعوث فرمایا تو آپ نے انھیں ذلیل و خوار کر دیا۔اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر اس روز تک، دائمی درود و سلام نازل فرمائے، جب ہر حاملہ اپنے حمل کو جَن دے گی۔

''نحو'' ''قصد وارادے'' سے عبارت ہے۔ اور لوگوں کے مقاصد اور آمد و رفت کے مقامات باہم مختلف ہوتے ہیں۔ کسی کے لیے زبان کی درستگی ہی، اس کے علم کی حد ہے اور کسی کے لیے دل کی صفائی ہی سب سے بڑا مقصد ہے۔ پہلے کو ''صاحب عبارت'' اور دوسرے کو ''صاحب اشارہ'' کہتے ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں، اس حال میں کہ اللہ ہی کے لیے توفیق اور اس کے رسول ہی کے لیے تصدیق ہے۔

[باب: اقسام الکلام]

اہل عبارت نے کہا:

کلام کی تین قسمیں ہیں: (۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف۔

اور اہل اشارہ نے فرمایا:

اصول تین طرح کے ہیں: (۱) اقوال (۲) افعال (۳) احوال۔

اقوال سے مراد علوم ہیں، جن کا مقام عمل سے پہلے ہے، کیوں کہ نبی کریم -صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم- نے فرمایا ہے:

''أمرت أن أقاتل الناس حتی یقولوا: لا إله إلا الله۔ فإذا قالوها عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحقها۔''

[صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، ۳۹۲/ کتاب الایمان، ۲۵/ کتاب الإعتصام بالسنة، ۷۲۸۴/ صحیح مسلم، کتاب الایمان، ۳۶، دونوں کتابوں میں یہ حدیث اختلاف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔]

''مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا، جب تک وہ کلمہ ''لا إله إلا الله'' کا اقرار نہ کرلیں، اگر انھوں نے ایسا کرلیا تو مجھ سے اپنی جان و مال کا تحفظ حاصل کرلیا، مگر یہ کہ ان سے کسی کی جان و مال کے حقوق وابستہ ہوں۔''

پھر اعمال صالحہ میں سبقت ضروری ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی نوازشات کی شکل میں احوال کا ورود ہوتا ہے۔

[باب: اسما اور ان کا اشتقاق]

اہل عبارت نے کہا:

اسم "سُمُوٌّ" سے مشتق ہے یا "سِمَۃٌ" سے، اس بارے میں اختلاف ہے۔ اور اہل اشارہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سابقہ میں بندوں کو جس شقاوت یا سعادت سے نشان زد کر دیا ہے، وہی ان کا اسم ہے۔ تو مشیت ایزدی کے مطابق جو پہلے ہی قرب الٰہی سے بہرہ ور ہو گیا، مخلوق میں اس کا رتبہ بلند ہوا۔

جب بندے تعلیم الٰہی کے مرکز میں داخل ہوئے تو حضرت آدم -علیہ السلام- نے لوح وجود کا مطالعہ کیا، تو پڑھا گیا:

"وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا"

[البقرۃ:۳۱]

"اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے۔"

اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوح شہود کو ملاحظہ کیا تو آپ سے بزبان حال فرمایا گیا:

"نَحْنُ نَطَّلِعُكَ عَلٰى كُلِّ مَوْجُوْدٍ"

"ہم تمھیں ہر موجود سے آگاہ کر دیں گے۔"

پھر یہ کہ کر مخاطب کیا گیا:

"اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ"

[العلق:۱]

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔"

پھر جب آپ نے یہ پڑھ لیا اور آپ کی تادیب وتہذیب کا کام انجام پا گیا، تو ارشاد ہوا۔ "اے محمد! تم نے ہمیں، ہمارے اسما اور صفات سے پہچان لیا ہے، اب ذات کے ذریعہ ہماری معرفت حاصل کرو"۔

"اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ"

[العلق:۳]

"پڑھو اور تمھارا رب ہی سب سے بڑا کریم۔"

"قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ"

[الأنعام:٩١]

''اللہ کہو، پھر انھیں چھوڑ دو، ان کی بے ہودگی میں کھیلتا۔''

پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسم سے گزرے، تو مسمیٰ کو پالیا اور جب فعل کو چھوڑا تو ''حرف معمیٰ'' کو حل کرلیا یعنی اس معنیٰ کو جس کا مسمیٰ نہیں ہوتا ہے۔

فصل:

اسم کی دو قسمیں ہیں:
صحیح اور معتل۔

اہل عبارت نے کہا: صحیح وہ اسم ہے جو حروف علت یعنی الف، واؤ، اور یا سے خالی ہو۔

اور اہل اشارہ نے فرمایا: جس کا اسم ''الباس'' کے ''الف'' سے، ''وسواس'' کے ''واؤ'' سے اور ''یاس'' (ناامیدی) کی ''یا'' سے پاک ہو، اس کا اسم صحیح ہے، اور اسے اعراب یعنی بیان کا حق حاصل ہے، پھر کشف ومشاہدہ کا۔ اس کے بعد اسے علم الیقین حاصل ہوگا، پھر عین الیقین، اور پھر حق الیقین۔ واللہ اعلم۔

[باب: موانع صرف]

اہل عبارت کے نزدیک اسباب منع صرف ۹ ہیں اور سب مشہور ہیں۔ اسی طرح اہل اشارہ کے یہاں بھی اسباب منع صرف کئی ایک ہیں:

(۱) جمع: یہ ہے کہ عالم، دنیا جمع کرے اور اپنے اردگرد لوگوں کی بھیڑ لگائے۔

(۲) صرف: یہ ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے۔

(۳) وصف: یعنی خواہش اور ارادہ رکھے کہ اس کا ذکر اور اس کی پہچان، خیر سے ہو۔

(۴) تانیث: عزم کی ناپختگی ہو اور معمولی ورذیل چیزوں سے خوش ہوجائے۔

(۵) معرفت: اللہ کی نعمتیں پہچاننے کے باوجود، اظہار شکر میں کوتاہی کرے۔

(۶) عجمہ: اپنا علم چھپا کر، نعمت خداوندی سے بے توجہی برتے۔

(۷) عدل: راہ راست سے بھٹک جائے۔

(۸) ترکیب: اس کا کام جہالت کی وجہ سے بگڑ جائے۔

(۹) الف ونون زائدتان: انا کا ''الف'' اور برتری کا ''نون'' پایا جائے۔

(۱۰) وزن فعل: اپنے اعمال کو یہ سوچ کر تولے کہ اسے سب کچھ حاصل ہے اور تکبر میں مبتلا ہو جائے۔

تو اگر بندے کے اندر ان اسباب میں سے کوئی دو سبب جمع ہو جائیں، وہ مقبولیت کی طرف متوجہ نہ ہو سکے گا اور باب وصول سے ہی پلٹ جائے گا۔

[باب: اعراب وبنا]

چوں کہ اہل عبارت کے یہاں، اعراب کا مدار تینوں حرکتوں رفع، نصب اور جر اور جزم پر ہے؛ اس لیے اہل اشارہ کا مدار بھی اس بات پر ہے کہ وہ مکمل طور سے بارگاہ الٰہی کی طرف متوجہ ہو جائیں، اپنا سراپا اس کی اطاعت میں لگا دیں، اپنے نفس کو اس کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ جھکا دیں، اس کے سوا دوسروں سے اپنے دلوں کا رشتہ توڑ لیں اور اس کی بارگاہ میں پناہ حاصل کریں۔ معرب وہ اصحاب ''تلوین'' ہیں جن کے احوال بدلتے رہتے ہیں، اور مبنی وہ اصحاب ''تمکین'' ہیں، جو ایک ہی حالت پر استقامت برتتے ہیں اور کبھی بھی نہیں بدلتے۔

فصل:

اسم کی دو قسمیں ہیں: (۱) معرفہ (۲) نکرہ۔

اسی طرح کچھ بندے معروف ہوتے ہیں۔ جس قوم کی وجہ سے انھیں شہرت ملتی ہے، ان کا نصیب بھی اسی قوم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جس صدق وصفا اور راست گوئی سے وہ قوم موصوف ہوتی ہے، اس میں بھی انھیں ایک مقام حاصل ہوتا ہے۔ اور کچھ بندے مجہول اور گم نام ہوتے ہیں، جن کو قوم کے ساتھ کوئی حصہ نہیں ملتا اور کھانے پینے کے علاوہ، ان کے نصیب میں کچھ نہیں ہوتا۔

فصل:

مبتدا عوامل لفظیہ سے خالی ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے۔اسی طرح خالی فقیر بھی مرفوع القدر یعنی عالی مقام ہوتا ہے، اور اس کی خبر بلند ہوتی ہے؛ کیوں کہ وہ علائق سے بے نیاز ہوکر، محض ان حقائق سے ناطہ رکھتا ہے، جو خالق عالم سے وابستہ ہیں۔

فصل:

فعل کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ماضی (۲) حال (۳) مستقبل۔اور صوفیا کے احوال بھی مختلف ہیں۔کچھ گذشتہ کی فکر کرتے ہیں، کچھ آئندہ کے بارے میں سوچتے ہیں، اور کچھ ماضی و مستقبل سے بے نیاز ہو کر، اپنے موجودہ وقت کی اصلاح میں لگے رہتے ہیں۔

فصل:

جب تک کوئی ناصب یا جازم نہ آئے، فعل حال مرفوع ہوتا ہے۔ناصب یہ ہے کہ بندہ عمل کر کے اسے دیکھنے لگے، اور جازم یہ ہے کہ راہ حق میں چلتے چلتے رک جائے۔لہذا جب بندہ اس ملاحظہ ومشاہدہ اور توقف وفتور سے محفوظ ہوجاتا ہے تو بارگاہ الہی میں اس کی قدر بلند ہوجاتی ہے:

"إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ"

[فاطر:۱۰]

ترجمہ:

"اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے۔"

فصل:

فاعل مرفوع ہوتا ہے اور مفعول منصوب۔پس جب عارف کو اللہ کے فاعل حقیقی ہونے کی معرفت حاصل ہوگئی، تو اس کی قدر ومنزلت میں اضافہ ہوگیا اور اس کے ذکر کو بلندی

حاصل ہوگئی۔ جلال باری کے سامنے اس نے اپنی جبین نیاز کو خم کردیا۔ کمال الٰہی کو دیکھا تو عاجزی کے سانچے میں ڈھل گیا، اور اپنے نفس کو محکوم پایا تو خداوند تعالیٰ کی عبادت کے لیے کھڑا ہوگیا:

"فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ"

[الشرح:۷-۸]

ترجمہ:

"تو جب تو نماز سے فارغ ہو، دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔"

فصل:

جس سے فاعل اور مفعول کی حالت بیان ہو، اسے حال کہتے ہیں۔ اس کی شرط یہ ہے کہ نکرہ ہو اور منصوب ہو۔ اسی طرح عارف بھی اپنی اصلاح احوال کے بارے میں، اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور لوگوں سے خود کو چھپانے کی جدوجہد کرتا ہے، تاکہ اس کی شہرت نہ ہو تو اس کے احوال اللہ تعالیٰ کے ساتھ، درست اور برقرار رہتے ہیں جو توریہ اور گمنامی کے پردے میں ہوتے ہیں:

"يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ"

[البقرۃ:۲۷۳]

ترجمہ:

"نادان انھیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب۔"

فصل:

تمییز:

مبہم کی تفسیر کرنا اور ناقابل فہم کو بیان کرنا۔ اسی طرح اہل تصوف نے علم کے ذریعہ حق کو باطل سے الگ کرلیا، اور سلوک کے ذریعہ ان پر صاحب حال اور معطل کا فرق واضح ہوگیا۔ نیز، تمییز ہمیشہ کلام مکمل ہونے کے بعد آتی ہے۔ اسی طرح صوفیاے کرام نے فقہ حاصل

کر کے، گوشہ نشینی اختیار کی اور اپنے علم کو پختہ کرنے کے بعد، وہ دوسروں سے الگ ہو گئے۔ پھر جب اس امتیاز میں انھیں کمال حاصل ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے بندوں کی اصلاح میں لگا دیا اور انھیں ممتاز کر کے اپنی محبت کے لیے خاص کر لیا۔ فرمان باری ہے:

”لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ“

[الأنفال:۳۷]

ترجمہ:

”اس لیے کہ اللہ گندے کو ستھرے سے جدا فرما دے۔“

[باب: بدل]

بدل کی چار قسمیں ہیں:

(۱) بدل الکل یعنی کل سے کل کا بدل۔

یہ ان حضرات کا بدل ہے جو اللہ کی معرفت رکھتے ہیں، انھوں نے سب کچھ چھوڑ دیا تو اللہ نے بدلے میں انھیں، سب کچھ دے دیا:

”وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ“

[القیامۃ:۲۲-۲۳]

ترجمہ:

”کچھ منہ اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے۔“

شعر:

”عارفین کے دل میں ایسی آنکھیں ہیں، جو ان چیزوں کو بھی دیکھ لیتی ہیں، جو دوسروں کی نگاہ سے اوجھل ہیں، اور ایسے بازو ہیں جو پروں کے بغیر، پروردگار عالم کی ملکوتی سلطنت کا سفر کر لیتے ہیں۔“

(۲) بدل البعض: یہ ان حضرات کا بدل ہے جو خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ انھوں نے گناہوں کے بدلے، عبادت اور لذتوں کے بدلے، مجاہدہ لے لیا ہے:

”فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ“

[الفرقان:۷۰]

ترجمہ:

''تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔''

(۳) بدل الاشتمال: یہ ان حضرات کا بدل ہے جن کے اعمال امید و بیم کے درمیان ہیں۔ ہر مراد پاتے ہیں اور ہر چیز سے بے خوف رہتے ہیں:

''أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ''

[یونس:۶۲]

ترجمہ:

''سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔''

(۴) بدل الغلط: یہ ان کا بدل ہے جو راندۂ درگاہ ہیں۔ ان لوگوں نے جلد حاصل ہونے والے حصوں کے لیے، اس قربت کا سودا کر لیا جو ان کے نصیب میں تھا:

''بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا''

[الکھف:۵۰]

ترجمہ:

''ظالموں کو کیا ہی برا بدلا ملا۔''

فصل:

نعت، منعوت کے اور صفت، موصوف کے تابع ہے۔ اسی طرح بندوں کے اعمال (ان کے تابع ہیں)، ان سے جدا نہیں ہوتے، بلکہ ہر خیر و شر کا بدلہ انھیں ضرور ملتا ہے۔

فصل:

حروف عطف آخر کو اول کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اہل اشارہ نے شفقت و عنایت اور لطف و کرم کے لیے بارگاہ الٰہی کا واسطہ تلاش کیا، تا کہ وہ اللہ کے مقرب بندوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔

فصل:

تاکید کا معنیٰ ہے تحقیق۔ اہل تصوف نے اپنے ایمان کو تصدیق سے، اور تعلق باللہ کو پختہ عہد سے مضبوط اور ثابت و محقق کرلیا ہے اور ہمیشہ اسی راہ پر چلنے کے لیے کمربستہ ہیں۔

فصل:

حروف جراسم کو مجرور کرتے ہیں۔ اسی طرح جب محققین کو پتہ چلا کہ ہر چیز کے وجود کا سبب اللہ تعالیٰ ہے۔ سب کچھ اسی کی وجہ سے ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے، تو بارگاہ مولیٰ میں سراپا عجز وانکسار ہو گئے اور نسبت الٰہی پر فخر کرنے لگے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنے قرب کے لیے منتخب فرمالیا ہے اور اپنی جماعت میں شامل کرلیا ہے۔ خداوند عظیم سے دعا ہے کہ ہمیں بھی ان میں داخل کردے، اور ان ہی کی جماعت سے ملادے۔ بے شک وہ بے حد لطیف و کریم، حلیم و بردبار، جواد و سخی، فضل واحسان کرنے والا، رحم فرمانے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن،

حیدرآباد دکن

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن-

ایک مختصر تعارف

رجب المرجب 1431 ہجری/ جون 2010ء میں مدینۃ الاولیاء حیدرآباد دکن میں اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آیا۔ بانی ادارہ، بشارت علی صدیقی اشرفی کی تحریک، محنت و کاوش کے زیراہتمام ادارہ علمی وتحقیقی کام کررہا ہے، بےشمار نوادرات اہل سنت پرکام ہورہا ہے، نیز اکابرین آئمہ دین کے کئی ایک علمی کتب کا عربی سے اردو میں پہلی بار ترجمہ کروایا گیا ہے۔

ادارے کے 7/ اہم شعبے ہیں:

1-شعبہ تراجم کتب (عربی سے اردو)
2-شعبہ تصنیف وتالیف (جدید عنوانات پر)
3-شعبہ نوادرات اہل سنت (کتب اسلاف ہند)
4-شعبہ کتب مخدوم کوکن فقیہ علی مہائمی۔
5-شعبہ کتب مخدوم دکن بندہ نواز گیسودراز۔
6-شعبہ معارف صوفیا واولیا۔
7-شعبہ کتب محدث اعظم ہند وشیخ الاسلام کچھوچھوی۔

کُتب امام ابوالقاسم عبدالکریم قشیری (م:465ھ)

1-"توبہ کا بیان" (مُخْتَصَرٌ فِي التَّوْبَة)؛ مترجم: مولانا آصف مصباحی۔
2-کتاب منثور الخطاب فی مشہور الابواب؛ مترجم: مولانا آصف مصباحی۔
3-"اسرار معراج" (کتاب المعراج)؛ مترجم: مولانا محمد ذیشان یوسف مصباحی۔
4-"نحوی قواعد اور قلبی احوال" (نحو القلوب)؛ مترجم: محمد عبداللہ قادری مصباحی۔

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن،

حیدرآباد دکن